



جلیلا انیس

صنف سلام میں فکر انیس کی جولانیاں

مفتی

سید یوسف حسین شائق لکھنوی

مقدمہ

ڈاکٹر سید صفدر حسین زیدی

تَجَلَّتْ اَنیس

(صنفِ سلام میں فکرِ انیس کی جولانیاں)

تجلیاتِ آنس

(صنفِ سلام میں طبع میرا آنس کی جولانیاں)

مرتبہ

سید یوسف حسین شائق لکھنوی

مقدمہ

ڈاکٹر سید صفدر حسین زیدی

سال طبع	۱۹۷۶ء
تعداد	۱۰۰۰
کتابت	کوثر علی نقوی امرودی
طابع	منظور پرنٹنگ پریس ، لاہور
ناشر	سید ظفر حسن
قیمت	دس روپے

سنگ میل پبلی کیشنز
چوک اردو بازار لاہور

ترتیب

صنفِ سلام اور اُس کی نشوونما — ڈاکٹر سید صفدر حسین

نمبر شمار	مطلع	صفحہ
۱	بے کسی کا شہ کی چر چارہ گیا	۱۷
۲	غمِ شہ کا جس نے بیاں کر دیا	۱۸
۳	گذر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا	۱۹
۴	صبر کرتے تھے سلامی شہ والا کیا کیا	۲۰
۵	اک نہ اک نیزنگ ہوتا ہی رہا	۲۲
۶	پڑا جو عکس تو ذرہ بھی آفتاب بنا	۲۳
۷	اے مجرئی ہے سب کا مقدر جدا جدا	۲۴
۸	حسین یوں ہوئے اے مجرئی وطن سے جدا	۲۵
۹	بھرا ہے غمِ شہ سے سینہ ہمارا	۲۶
۱۰	لحد میں سامنے جب دفترِ حساب آیا	۲۷
۱۱	گھر سے جب زوار دو منزل گیا	۲۸
۱۲	کسی نے مجرئی ہدم نہ ہنگام اجل پایا	۲۹
۱۳	آپ خنجر سے گلا جب شاہ کا تر ہو گیا	۳۰
۱۴	علیٰ سا بھی نہ کوئی عادل زمانہ ہوا	۳۱
۱۵	مجرائی رن میں شہ پہ غم بے حساب تھا	۳۲
۱۶	اُسی کا نوزہراک شہ میں جلوہ گردیکھا	۳۳
۱۷	ہے تخت پر جلوہ س جناب امیر کا	۳۴
۱۸	دل سیر ہے گدائے جناب امیر کا	۳۶

۱۹	مُجَرنی شاہ کا ہوں خلد میں ہے گھر میرا	۳۷
۲۰	مُجَرنی جس نے مزارِ شہِ ذی شاں دیکھا	۳۹
۲۱	مُجَرنی ڈیوڑھی پہ زینب نے جو آکر دیکھا	۴۰
۲۲	مُجَرنی صدقے ہوں اُس درگاہ پر	۴۱
۲۳	یوں فلک ہے روضۂ شبیرِ عالی جاہ پر	۴۲
۲۴	سنبُل تر ہے پریشاں زلفِ اکبر دیکھ کر	۴۳
۲۵	ہر چشم ہے مجرائی کی دریا کے برابر	۴۴
۲۶	قلب کے جلتے ہی جا پہنچا دھواں بالائے سر	۴۵
۲۷	کچھ اور جُز سخن نہیں اہل سخن کے پاس	۴۵
۲۸	خوشا زمینِ معلیٰ زبے فصائے نجف	۴۶
۲۹	شہ کو رُلا یا مُجَرنی اعدائے یاں تلک	۴۷
۳۰	ضبطِ گریہ ماتم سرور میں ہو سکتا نہیں	۴۸
۳۱	مرارِ اذدل آشکارا نہیں	۴۸
۳۲	سلامی کی حسرت کا چارہ نہیں	۴۹
۳۳	زرد چہرہ ہے نجف و زار ہوں	۵۱
۳۴	شبیرِ امامِ زماں کھینچتے ہیں	۵۳
۳۵	نود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں	۵۵
۳۶	رنجِ دنیا سے کبھی حشیم اپنی غم رکھتے نہیں	۵۶
۳۷	شبیرِ مہ کے غم میں رو رہے ہیں	۵۸
۳۸	السلام اے سعدِ اقدسِ داعلائے حسینؑ	۵۸
۳۹	سدا ہے فکرِ ترقی بندہ بیوں کو	۵۹
۴۰	سلامی کہتے تھے اعداؤ زینب کو	۶۰

- ۴۱ مجرانی فوج یوں بھٹی شہِ کربلا کے ساتھ ۶۱
- ۴۲ سر بھٹے نیزوں پہ سلامی سہرِ شبیر کے ساتھ ۶۳
- ۴۳ گنہ کا بوجہ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے ۶۴
- ۴۴ ابتدا سے ہم ضعیف و ناتواں پیدا ہوئے ۶۵
- ۴۵ بین اے مجرانی قاسم کی دامن کیا جانے ۶۵
- ۴۶ غمِ حسین میں رو مجرانی ثواب یہ ہے ۶۷
- ۴۷ سلامی چشم سے رہ رہ کے خونِ دل ٹپکتا ہے ۶۸
- ۴۸ کوئی انیس، کوئی آٹا نہیں رکھتے ۶۹
- ۴۹ مثالِ بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے ۷۱
- ۵۰ جزِ پنجتن کسی سے تو لانا چاہئے ۷۲
- ۵۱ گرد ہے اکسیرِ خاکِ کربلا کے سامنے ۷۴
- ۵۲ اے سلامی یوں ارم سے کربلا کے سامنے ۷۴
- ۵۳ غبارِ رہِ کربلا ہو گئی ۷۶
- ۵۴ خود نویدِ زندگی لائی قضا میرے لئے ۷۸
- ۵۵ غمِ شہ کا گردِ داغِ دل پر ہے ۷۹
- ۵۶ آ کے جو بزمِ عزائیں رو گئے ۸۰
- ۵۷ ذکرِ خوشقامتی شاد جو چل جائے ابھی ۸۰
- ۵۸ شتابِ روضہٴ فرزندِ بو ترابِ طے ۸۱
- ۵۹ عجب وقت ہے اور عجب انجمن ہے ۸۲
- ۶۰ خیالِ چہرہٴ شہ وقتِ خواب رہتا ہے ۸۳
- ۶۱ زباں پر مدح ہے باغِ علی کے نومنا لوں کی ۸۴
- ۶۲ مجرانی قید سے حبِ عابدِ بے پر چھوٹے ۸۵
- ۶۳ سلامی خلق کا آغاز و انجام اُس پہ ظاہر ہے ۸۷

- ۶۴ مَجْرانی گردشِ فلکِ پیرِ دیکھیے ۸۸
- ۶۵ سلامی درِ شہ پر گر جائیں گے ۸۹
- ۶۶ مَجْرانی جب کہ عیاں مادی عزا ہوتا ہے ۹۰
- ۶۷ ہوا جو عشقِ شنائے ابوتراب مجھے ۹۱
- ۶۸ قاسمِ ناردِ جناتِ ذبح جو پیاسا ہوئے ۹۳
- ۶۹ فقیری میں دل بادشا چاہئے ۹۴
- ۷۰ مَجْرانی قتلِ جو اکبرِ ساپس ہو جائے ۹۵
- ۷۱ ذکرِ شہ کر کے مُحبّتوں کو رُلا یا میں نے ۹۶
- ۷۲ مَجْرانی اُسے جو لا غرور بخورتن بھی ہے ۹۷
- ۷۳ مَجْرانی اُسے جو کہتی تھی بابا چلے گئے ۹۸
- ۷۴ واجبِ الرحمہ تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے ۹۹
- ۷۵ اعدا حرم کو مثلِ گنہگار لے گئے ۱۰۰
- ۷۶ چشموں میں اشک ہیں جو سراسر بھرے ہوئے ۱۰۰
- ۷۷ دکھایا ضعف نے یہ زورِ حبِ مکاں سے چلے ۱۰۱
- ۷۸ انساں کو چاہئے کہ خیالِ قضا ہے ۱۰۲
- ۷۹ سنگِ خارا ہے جو اس غم سے نہ ہو دل پانی ۱۰۳
- ۸۰ صورتِ آئینہ استغنا کے جو ہر کھل گئے ۱۰۳

منقبت

مناجات

۱۰۴

۱۰۵

صفتِ سلام اور اُس کی نشوونما

اُردو شعر و ادب میں ”سلام“ ایک ایسی صفتِ سخن کا نام ہے جس میں غزل کی عروضی ہیئت کے اندر، رسولِ اکرمؐ، ائمہ کرامؑ، اہل بیتِ اطہار اور خاصانِ خدا کی سیرت اور اُن کے کارناموں کی تشریح و تعبیر بیان کی جاتی ہے۔ خصوصاً کربلا کے ہیرو حضرت امام حسینؑ اور اُن کے اعزہ و انصار کا تذکرہ پیش نظر ہوتا ہے۔ ان مقربانِ خدا نے چونکہ حق و صداقت اور دین کی حمایت میں دنیا کی عظیم قربانیاں پیش کی تھیں اس لئے ایسے موضوعات بھی شاعر کے دائرہ فکر میں آ جاتے ہیں جن سے اعلیٰ اقدارِ حیات اور محاسنِ انسانی کی ترویج و تبلیغ کا کام لیا جاسکتا ہے۔ گویا ”سلام“ کے احاطہ خیال میں مسائلِ حیات و کائنات پر بھی تبصرے کی گنجائش ہوتی ہے تاکہ منشاءِ الہی، اُسوۂ رسولؐ اور فکرِ اہل بیت کی وضاحت کر کے عملِ خیر کی ترغیب دی جاسکے۔

ابتدا میں سلام کا مقصد اصلی بزرگانِ دین کی روحوں پر براہِ راست درود و سلام بھیجنا ہوتا تھا اور یہ تخصیص بھی نہیں ہوتی تھی کہ سلام صرف غزل ہی کی عروضی ترکیب کا پابند ہو۔ چنانچہ متقدمین کے ذخیرہ کلام میں ہمیں جو نمونے ملتے ہیں اُن میں منفرد اشعار کے سلاموں کے علاوہ مثلث یا مربع ہیئت کے سلام بھی موجود ہیں لیکن نئے ادبی شعور اور مجلسِ عزا کے بدلتے ہوئے تقاضوں نے رفتہ رفتہ ”سلام“ کی ہیئت اور نفسِ مضمون کی ترکیب و تشکیل میں بعض تبدیلیوں کو رونما کیا۔ چنانچہ رسولؐ و ائمہؑ سے براہِ راست مخاطب کا طریقہ بھی بدلا اور اب ”سلام نگار“ سامعینِ مجلس کو جنہیں ”سلام“ کی اصطلاح میں ”مُجرائی“ یا ”سلامی“ کہتے تھے مخاطب کرنے لگے۔ اس تبدیلیِ مخاطب

کے اندازے کے لئے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا سودا نے اپنے بعض سلاموں میں
براہِ راست مخاطب کا یہ انداز رکھا تھا ۵

ادب سے بھیجے ہے تجھ پر تراغلام سلام قبول ہو تری خدمت میں یا امام سلام

حسینؑ تجھ کو یہ عرشِ بریں کرے ہے سلام وہاں سے آن کے روح الامیں کرے ہے سلام

میں بھیجتا ہوں تجھے فاطمہؑ کے لال سلام علیؑ کے باغ کے اسے سروِ نونال سلام

کہیں ہیں ساکنِ جنت بزیب وزین سلام تری جناب میں یا حضرت حسینؑ سلام

میر تقی میر کے سلاموں کے بھی بعض مطلعے ملاحظہ فرمائیے ۵

اے شہِ عالی مقام تجھ پہ درود و سلام بعد ہزاراں سلام تجھ پہ درود و سلام

اے بدخشانِ نبیؐ کے لعلِ احمر السلام وے گلستانِ علیؑ کے لالِ ترا السلام

ساتیؑ کو تر کے پیارے السلام تشنہ لب سید ہمارے السلام

اے گلِ خوش رنگ گلزارِ شہادت السلام تیری مظلومی کی سب دیں گے شہادت السلام

اے شہِ اقلیم شوکت السلام رونقِ تحتِ خلافت السلام

براہِ راست مخاطب سے ہٹ کر شاعروں نے بعض اوقات اپنے سلاموں میں حاضرینِ مجلس کو بھی اپنا شریکِ کار بنایا ہے چنانچہ اردو شاعری کے بابرِ آدم، حضرتِ ولی

لکھ گئے ہیں ۔

اُس نورِ مصطفیٰ پر بولوسلام یاراں ! مجیب مرتضیٰ پر بولوسلام یاراں !
اُس پاک پارسا پر حیدر کے دلریا پر اُس عجل بے بہا پر بولوسلام یاراں !
یوحی ولی فدا کر اُس شاہِ کربلا پر اُس لائقِ شہا پر بولوسلام یاراں !

اس نوع کے سلاموں کے علاوہ کچھ ایسے سلام بھی قدما کے کلام میں ملتے ہیں جو اپنی شکل و ساخت میں اگر ایک طرف قدیم مرثیہ کا نمونہ ہیں تو دوسری طرف وہ سلام کی تشکیلیں مبدیہ سے بھی قریبی مشابہت رکھتے ہیں۔ مثلاً مصطفیٰ خاں یک رنگ کے ایک مرثیہ کے یہ اشعار بعض تذکروں میں ملتے ہیں ۔

زخمی بزمِ گل ہیں شہیدانِ کربلا گلزار کی منط ہے بیابانِ کربلا
کھانے چلا ہے زخمِ ستم ظالموں کے ہاتھ دھوا ہاتھ زندگی سستی مہمانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کراہا بیوں کے ہاتھ ہے سر بُریدہ شمعِ شبستانِ کربلا

مجلسِ عزاکِ ترتیب و تنظیم میں شجاع الدولہ کے عہد سے فیض آباد میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اُن کے اثر سے اول مرزا سودا، میر غلام حسین صاحبک، مہربان خاں مہربان اور خلیفہ محمد علی سکندر پنجابی وغیرہ نے مذہبی شاعری کو مستحکم کیا اور پھر سکندر میں مرزا گدا علی گدا، مرزا پناہ علی افسردہ اور احسان وغیرہ نے اپنی ہمہ وقت توجہ مبذول کر کے عزائمہ اصنافِ ادب یعنی رباعی، سلام اور مرثیہ کو عوام و خواص میں مقبول بنادیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب آصف الدولہ کے عہد میں اودھ کا دربار شاہی فیض آباد سے کھنڈ میں منتقل ہو رہا تھا۔ اب بساطِ ادب پر رفتہ رفتہ مرزا جعفر علی حسرت، مصطفیٰ، انشا جرات، میر حسن اور قائم پانڈپوری وغیرہ جلوہ گر ہونے لگے تھے اور مذہبی اداروں کی از سر نو تشکیل کے باعث جا بجا امام باڑوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ محافلِ میلاد و مجالسِ عزاء اور ماتمی جلوس کا اہتمام ہونے لگا تھا۔ مذہبی حلقوں میں فلسفہٴ موشگافیوں اور

منطقی بحثوں کا مذاق بڑھ چلا تھا اور ادب و شعر میں بھی مذہبی ذوق اپنی جگہ بنا رہا تھا چنانچہ مجلس عزاک کی ترتیب میں روضہ خوانی کے ساتھ سوز خوانی اور تحت اللفظ خوانی بھی رواج پا رہی تھی۔ ان عصری تعاملوں نے ہمعصر شعرا یعنی جعفر علی حسرت، میر حسن، مصطفیٰ، میر شیر علی امنوس، میاں قلندر بخش جرات اور شیخ قائم چاند پوری وغیرہ کو ترغیب دلائی کہ وہ مذہبی امور پر بھی توجہ دیں۔ چنانچہ ان حضرات نے رباعیات، سلام و درود، قصائد اور مراٹھی لکھ کر مذہبی شاعری کو اپنے عہد کے ادبی معیار سے قریب تر کر دیا۔ ان تمام شعرا کے کلام میں سلام کے جدید نمونے موجود ہیں مثلاً مصطفیٰ لکھتے ہیں ۵

سلامی اشک سے یہ چشمِ مومنین تر ہے کہ جس سے فرش ہے فناک اور زمیں تر ہے
یہ پُر ہوئے ہیں شہیدوں کے خون سے تھکے کہ قتل گاہ کی دود و دُجیب زمیں تر ہے
سپرد کی ہے جو قاسم نے وقتِ رخصت کے وہ اشکِ گریہ کبراً سے آئیں تر ہے
پسینہ تن سے جو عابد کے پونچھے تھی زمینِ دو م بھی نم ہے جو رد مالِ اولیں تر ہے
لکھوں میں حالِ شہیدوں کا مصطفیٰ کب تک
کہ یہ تسلیم معجز آفریں تر ہے

مرزا قلندر بخش جرات اپنا یہ عقیدت اس طرح پیش کرتے ہیں ۵

سلام اُس پہ کہ جس نے قدمِ جدھر رکھا تو آسماں نے بھی اودھر زمیں پہ سر رکھا
سلام اُس پہ کہ جس نے رہِ مصیبت میں رضا کے حق پہ قدم اپنا بے خطر رکھا
سلام اُس پہ کہ جس کا تین دن پیاسا یزیدیوں نے ہراک پارہ جگر رکھا
سلام اُس پہ کہ سکانِ غرش کو جس کے غم و الم نے سدا باؤ چشم تر رکھا
سلام اُس پہ کہ جنت میں جس کے ماتم نے علی و فاطمہ زہرا کو نوحہ گر رکھا
سلام اُس پہ جو ہے رنگِ بوئے گلشن دیں گرہ میں نذر کو غنچوں نے جس کی زر رکھا
ہوا جناں میں خراماں جو وہ تو زیرِ قدم ہراک فرشتے نے پھیل کے اپنا پر رکھا
لگاؤ گلخنِ دل میں تم اُس کی آتشِ عنم کہ سر تنور میں جس شاہ دیں کا دھر رکھا

اُسی سے نورِ بصر تو طلب کر اے جُرات
نشان جس نے مٹا اپنا، نام کر رکھا

مدعا یہ کہ مصحفی، انشاء، جُرات اور اُن کے معاصرین نے "سلام" کی
صنف کو بھی ادبی معیار دے کر بحیثیت صنف مکمل کر دیا تھا۔ ان شعراء کے بعد ان
کے تلامذہ کا دور شروع ہوا اور میر صنیر، میر خلیق، مرزا فصیح اور منشی دلگیر مسند مدح و
منقبت پر آئے جنہوں نے ہزار ہا "سلام" تصنیف کر کے اس صنفِ ادب کو اپنی
رنگیں بیا نیوں سے مالا مال کر دیا۔

میر انیس جن کا مجموعہ سلام آپ کے پیش نظر ہے، اُن کے خاندان نے بھی مشیہ
سلام کی عمد بعد ترقی میں اپنا خونِ جگر صرف کیا تھا۔ ان حضرات کی ادبی کاوشوں کے
اندازے کے لئے ہم کچھ نمونہ اول میر غلام حسین منا حک کے دستیاب کلام سے پیش
کرتے ہیں ۵

قلم نے لوح پہ جب مصطفیٰ کا نام لکھا	وصی شاہ اُسی مرتضیٰ کا نام لکھا
اُنہی کے پاس لکھا اسمِ حضرت زمر	اُنہی پہ عصمت و عفت کو احتشام لکھا
اُنہی کے پاس حسن کو لکھا بہ خلقِ حسن	شہ سریر ز جسد بہ احترام لکھا
جو چاہا نامِ مبارک حسین کا لکھے	قلم سے خون بہا، چہرہ لعلِ فام لکھا
پھر اُن کے بعد لکھا نامِ پاکِ زینِ عباد	صبور کرب و بلا، اصبر الٰہ نام لکھا
امام ہر دو طرف باقرِ علومِ حسد	سخنِ خواجہ عالم بلا کلام لکھا

میر غلام حسین ضامک کے بعد اُن کے صاحبزادے میر حسن نے بھی مدح و منقبت اہل بیت
سے اپنا توشہ آخرت تیار کیا۔ اُن کے مدحیہ کلام کا رنگ یہ تھا ۵

مُجرا کو شبیر پہ اس طرح حزیں ہو	جوا شک کے سیلاب سے ترساری زمیں ہو
سر اس کا علم پہ ہو علمِ آہ کہ جو شخص	حیدر کا نشانِ دوشِ محمد کا مکیں ہو
جز حضرت شبیر بھلا کون ہے یارو	جو ساجد و مسجود دم باز پسں ہو

صدحیف ملے پیادہ ندی اُس کے سپر کو
 خشک احمد ممتا کے کس طرح ہوں آنسو
 کوئین کی استلیم کا جو تخت نشیں ہو
 ترخون میں شیر کے جب خنجر کہیں ہو
 تیرد تیر غم سلم ہو اور اُس کی جہیں ہو
 شان کہیں سر اُس کا کہیں پاؤں کہیں ہو
 ہے حضرت شیر سے یہ عرض حسن کی
 جا مشد عالی پر یہ پیوند زمیں ہو

میر حسن کے بعد اس خانوادے میں مجلسِ عزاء کی منبر نشینی میر حسن خلیق کو نصیب
 ہوئی۔ خلیق نے جس طرح صنفِ مرثیہ کو زبان و بیان کی شیرینی و ملاوت سے دلکش
 بنا دیا تھا اُسی طرح سلام کی صنف کو بھی اعلیٰ معیار دے کر اُس کا ادبی اعتبار بڑھا
 دیا۔ اُن کے متعدد مراثی اور سلام ہماری نظر سے گزرے ہیں، یہاں بطور نمونہ ایک سلام
 درج کیا جاتا ہے۔

شیر کے روضے کی جُدائی نہیں جاتی
 بیٹے مجھے کچھ یاد نہیں کہتی تھی زینب
 کہتے تھے علی ہو مجھے گو فاقے پر فاقہ
 کہتے تھے حرم ہاتھ سے سجادِ حزیں کے
 کہتے تھے لعیں گرچہ رُسن بستہ ہے عابد
 اور باپ کے سر نے کیا کافر کو سلماں
 رائدوں کے بندھے ہاتھ رُسن میں تو پکاریں
 رکھ قبر میں سجاد نے اکبر کو کس آہ
 اس ظلم پر شہ نے نہ کیا شکوہ اعدا
 اے بھڑائی طالع کی بُرائی نہیں جاتی
 اکبر کی مگر شکل مجسدا ئی نہیں جاتی
 سائل سے مگر آنکھ چرائی نہیں جاتی
 گرتی ہے تو نہ بخیر اُٹھائی نہیں جاتی
 خلقت کی دے عقدہ کشائی نہیں جاتی
 مرنے پر بھی اعمباز نہائی نہیں جاتی
 بالوں سے بھی اب شکل چسپائی نہیں جاتی
 یہ خاک میں صورت تو بٹائی نہیں جاتی
 نیکیوں کے کبھی دل سے بُرائی نہیں جاتی

ہے طبع خلیق ان دنوں ہر چند مکدر
 پر برشِ مضمون کی صفائی نہیں جاتی

مختصر یہ کہ میرا نمبر کو یہ صنف سخن ایسی ساریت میں ملی تھی کہ اس میں میرا نمبر
 مرزا فصیح، میر خلیق اور دلگیر جیسے چوٹی کے شعرا ہزار ہا سلام تصنیف کر چکے تھے اور
 اب فکر کے انفرادی تنوع، شوخی، گفتار اور مریض کاری کے علاوہ کوئی اور گوشہ باقی
 نہیں رہ گیا تھا۔ اُس وقت تک مجلس عزا کا یہ دستور بھی مستحکم ہو چکا تھا کہ مرثیہ نگار
 منبر پر پہنچ کر اول چند باعیاں پڑھتا، پھر "سلام" کے اشارے سامعین کے ذوق
 کو ایک نئے پلورے آمادہ سماعت کرتا اور جب سب ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے تو آخر
 میں اپنی بھرپور کاوش ادب کا ثمرہ مرثیہ کی صورت میں پیش کرتا تھا۔ اس لحاظ سے ہم سلام
 کو مرثیہ کا پیش لفظ تو کہہ سکتے ہیں لیکن یہ اُس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال "سلام" میں
 حسب خواہش شاعر حمد، لغت اور منقبت وغیرہ کے مضامین بھی نظم ہو سکتے تھے اور ترکیب
 نفس یعنی بے ثباتی، دنیا، فقر و فاقہ، حلم و حیا، وفاداری و ایثار، عزم و یقین، حق و صداقت
 اور عدل و انصاف وغیرہ کا درس بھی دیا جاسکتا تھا لیکن شاعر کی زیادہ توجہ اہل بیت کے
 واقعات جہاں سپاہی وغیرہ ہی کی طرف ہوتی تھی۔ میرا نمبر نے بھی جو مرثیہ نگاری کی دنیا
 میں خدائے سخن کھلائے، سلام نگاری میں اسی دستور کو برتا، یعنی سلام کی حدود میں بھی اُن کی
 حکیمانہ بصیرت، اُن کا شعور، عرفان و آگہی، اُن کا فکری جہاں و جہاں، اُن کی تکلف و تخیلیں
 ساری اُن کا پر وقار انداز بیان اپنا جلوہ دکھا گیا ہے۔ قیاس کتاب ہے کہ اُنھوں نے مجلس عزا
 کے مروجہ طریقے کی پابندی میں بہرے مرثیہ کی مجلس کے لئے ایک تازہ سلام بھی ضرور
 تصنیف کیا ہوگا اس لئے اُن کے مراثن اور سلام کی تعداد کم و بیش برابر ہونی چاہئے۔ اب
 تک اُن کے تقریباً سو اسو مراثن منظر عام پر آچکے ہیں اور ان کے مقابلے میں مشکل سے
 چالیس سلام جمع ہوئے ہیں۔ اس فرق کو کم کرنے کے خیال سے فی الحال اتنی سلاموں کا یہ
 مجموعہ "تجلیات انیس" کے نام سے پیش خدمت ہے۔ وقتاً فوقتاً جو کلام ہمیں مزید حاصل
 ہوتا رہے گا وہ ترتیم شدہ طباعتوں میں شامل کیا جاتا رہے گا۔ "تجلیات انیس" کی ادبی
 حیثیت پر ہم یہاں کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس مجموعہ پر کبھی فرصت ملی
 تو اظہار خیال کریں گے فی الحال دو بزرگان ادب کی رائے کے اقتباس پر اکتفا کرتے ہیں

پہلے سید امداد امام اثر نے اپنی تالیف کاشف الحقائق جلد دوم میں 'میر انیس کے سلاموں کے متعلق یہ لکھا تھا :-

"خوبی زبان، چستی بندش، بلند پروازی مضامین، نگینی طبیعت محتاج بیان نہیں۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر انیس صاحب مرحوم جس عسکری کے ساتھ مرثیہ نگاری فرماتے تھے، اُسی طرح سلام کے لکھنے پر ایک حیرت انگیز قدرت رکھتے تھے" (صفحہ ۱۹۳)

اور شاد عظیم آبادی "پہمبران سخن" میں رقم طراز ہیں :-
"میر انیس نے اس صنف سخن میں بھی ایسی جدت سے کام لیا کہ بقول انیس کے "پھیکے کھانے میں نمک ملا دیا" چنانچہ کہتے ہیں :-

اللہ کیا نمک ہے کلام انیس میں

دشمن بھی گر پڑھے تو زباں پر مزار ہے

سلام میں مبکی یا مدحیہ اشعار یا کوئی اور نادر مضمون نظم کیا جاتا تھا مگر انیس نے اکثر محض عرفانی یا مدح میں ایک طرح کا تغزل ایسا پیدا کر دیا کہ اوروں کے میاں یہ بات نہیں۔ (صفحہ ۲۴۰)

ڈاکٹر سید صفدر حسین

لاہور

۱۶ نومبر ۱۹۷۵ء

سلام

بیکسی کاشہ کی پلر چارہ گیا
 جب گُستہ ہو گیا تارِ نفس
 قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
 کاتبِ اعمال بھی رخصت ہوئے
 قبر میں ہو گا حسابِ زندگی
 شست و شو سے گو ہوا اُجلا زیل
 تیری سختی پر فلک پستھر پڑی
 دیر آئے پر یہ جلد آئے رسول
 اللہ اللہ قربِ معراج رسول
 اُٹھ گئے مابین سے سائے حجاب
 جب ہوئی بے پردہ اولادِ رسول
 مہرئی مہمانِ پیاسا رہ گیا
 کون سا اُلفت کا رشتا رہ گیا
 میں سنئے گھر میں اکیلا رہ گیا
 ہائے میں تربت میں تنہا رہ گیا
 بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
 جامہٴ اصلی میں دھتارا رہ گیا
 چوڑ ہو کر دل کا شیشا رہ گیا
 دُور لاکھوں کوس سایا رہ گیا
 دو کماں سے فرق اُدارا رہ گیا
 بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا
 پھر جہاں میں کس کا پردا رہ گیا

فینس تھا بے پردگی آل میں
 کور ہوتیں اس کا جلوہ دیکھ کر
 ظہر تک سب فوج پہونچی خلد میں
 سب ہوئے سیراب تجھے لائے فرات
 زخم کھاتے ہی جو اکبر گر پڑے
 تیر گردن پر جو کھایا ڈھوپ میں
 کہتی تھی ماں سوئے اصغر قبر میں
 کس کو اب پہنائے مادر دل جلی
 ڈگمگا کر جب گرے گھوڑے سے شاہ
 اس قدر تھا خشک حضرت کا گلا
 سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو نہیں

(۲۱)

غم شہ کا جس نے بیاں کر دیا
 گھٹا منکر میں جسم مثل قلم
 گھٹا زور مشق سخن بڑھ گئی
 سبک ہو چلی تھی ترازو سے شعر
 مری قدر کر اے زمین سخن
 نہ کی آہ کچھ عمر رفتہ کی قدر
 ان آنکھوں نے دریا رواں کر دیا
 سراپا کو صرف زباں کر دیا
 ضعیفی نے ہسم کو جواں کر دیا
 مگر ہم نے پتہ گراں کر دیا
 تجھے بات میں آسماں کر دیا
 عجب جنس کو راگناں کر دیا

پھر دکتا ہے کیوں اتنا لے مرغِ ریح ق مقدر نے ویراں مکاں کر دیا
 نیشن بھی دے گا وہ فردوس میں ترا جس نے ویراں مکاں کر دیا
 فلک سے ہوا کب مرا کام سہل مگر ہاں جنازہ رواں کر دیا
 لکھی شہ کے خالِ مغنبر کی مدح قلم نے ہمیں نکستہ داں کر دیا
 جو پوچھی عکدار نے جائے قبر ترائی میں شہ نے نشاں کر دیا
 زہے شفقتِ سبطِ خیرِ الورا ق عجب رتبہ میہماں کر دیا
 کوئی جانتا بھی نہ تھا خر کا حال اسے دم میں جانِ جہاں کر دیا
 کہاں ایک ذرہ کہاں آفتاب خدا نے کسے مہر باں کر دیا
 نہ دیکھی گئی شہ سے اضغر کی لاش زمیں میں پسر کو نہاں کر دیا
 ہوئے دفن اکبر تو چلائی ماں ق اجل نے زمیں میں نہاں کر دیا
 چھپانے لگے ہم سے منہ قبر میں انھیں جب خدا نے جواں کر دیا
 نوا سبخیوں نے تری لے آیتس ہراک ز اغ کو خوش بیاں کر دیا

(۳)

گدر گئے تھے کئی ون کہ گھر میں آب نہ تھا مگر حسین سے صابر کو اضطراب نہ تھا
 نمود و بودِ بشر کیا محیطِ عالم میں ہوا کا جب کوئی جھوڑ کا چلا حساب نہ تھا
 فشار سے جو بچا میں ہوا زمیں کو عجب صدایہ قبر نے دی حکم بو تراب نہ تھا
 اگر بہشت میں ہوتے نہ کوثر و سینم تو رنے والوں کی آنکھوں کا پھر جواب نہ تھا
 نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شر کی لپک ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا

ہراک کے ساتھ ہے روشن دلو طلوع و غروب
جسے نبی نے بلایا ہوا وہ نخل نہال
علیٰ کے پائے مبارک نے جو ضیا پائی
حضور شاہ پھر آیا کہاں سے جز شہید
حسین اور طلب آب اے معاذ اللہ
فقط حسین کے بچوں پہ بند تھا پانی
وہ لوگ جمع تھے قتل حسین پر کہ جنہیں
ادھر تھی ذات خدا اور ادھر رسول کریم
برہنہ اونٹوں پہ سیدانیاں تھیں بلوں میں
غضب کی جا ہے کہ دربار میں ستمگر کے
یزید تخت پہ تھا اور تلے حسین کا سر
انیس عمر بسر کر دو خاکساری میں

(۴)

صبر کرتے تھے سلامی شہ والا کیا کیا
شاہ فرماتے تھے پانی نہیں ملتا لیکن
دیکھ کر فوج حسین کو عدو کہتے تھے
لاش عباس پہ آنے جو نہ دیتے تھے عدو
دیکھ کر شہ کے عزیزوں کو عدو کہتے تھے
اہل کیس دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
سامنے آنکھوں کے لہراتا ہے دیا کیا کیا
ساتھ لائے ہیں جواں سید والا کیا کیا
تشنہ لب شاہ لڑے ہیں لب دریا کیا کیا
صاحب حسن خدا نے کئے پیدا کیا کیا

دیکھتا جو سر قاسم کو وہ کہتا رورو
 بانو کہتی تھی کہ سہرا بھی نہ دیکھا افسوس
 تیر کھاتے ہی گلے میں جو دم اصغر کاڑکا
 بانو کہتی تھی تصویر میں علی اصغر کے
 پانی دودن نہ ملا شیر گلے پر رکھ یا
 سینہ شہ سے نہ بے ذبح کئے اترا شمر
 لاش اس پہ کہا بانو نے اماں صدقے
 شاہ کہتے تھے سکینہ مرے مرنیکے بعد
 سر شبیر سے کہتے تھے یہ رورو سجاد
 طوق و زنجیر سنبھالوں کہ مہارادٹھوگی
 دھوپ میں لاش جلی لہتہ کٹے پہنچوں سے
 دیکھا مرنے پہ کمر باز رہتے جب بابا کو
 منع جو رونے کو کرتا تو یہ کہتے سجاد
 دیکھ کر لہتہ کٹے باپ کے عابد نے کہا
 کہتے عابد خیر قتل عزیزاں سُن کر
 دفن کا لاشہ شبیر کے جب وقت آیا
 قید خانے میں سکینہ کو جو یاد آئے پردہ
 بانو کہتی تھی اب اکبر مجھے سمجھائے نہیں
 حسرتیں لے گیا دنیا سے یہ دُلہا کیا کیا
 تھی مجھے بیاہ کی اکبر کے تمنا کیا کیا
 شاہ کے لاکھوں پہ ترپا ہے وہ بچا کیا کیا
 دودھ بن ترپا ہے ہے مرا بچا کیا کیا
 اتنی سی زندگی میں سہہ گیا ایذا کیا کیا
 گرد بیٹے کے ترپتی رہی نہ ہرا کیا کیا
 ننھی سی جان پہ گزری کہو بیٹا کیا کیا
 کیا کہوں تم پہ ستم ہو میں گے بیٹا کیا کیا
 رنج دیتے ہیں مجھے راہ میں اعدا کیا کیا
 کام اتنے ہیں کروں میں تن تنہا کیا کیا
 بعد مردن بھی ملی شاہ کو ایذا کیا کیا
 سر اٹھائیکے پہ سجاد نے پٹکا کیا کیا
 کیوں نہ روؤں تم ان آنکھوں دیکھا کیا کیا
 بد مرنیکے بھی صدمہ تمہیں پہونچا کیا کیا
 اپنی بیماری کا ہوتا ہے مداوا کیا کیا
 دفن ہو گئے اسباب مہیا کیا کیا
 رات بھر سینے میں دل ننھا سا ترپا کیا کیا
 یاد مادر تری باتیں کرے بیٹا کیا کیا

رور و کہتی تھی یہ صغرا کہے جاتا بعد
 سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر
 باغ میں دیکھتے جب سرو تو عابد کہتے
 خط لئے لاشہ اکبر یہ یہ کہتے تھے امام
 شاہ دیں کے حرم آتے تھے وطن میں جدم
 اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو
 ساتھ جاتا نہیں کچھ جزا نیک امیس

(۵)

اک نہ اک نیرنگ ہوتا ہی رہا
 جس نے چاہا خاک سے موتی آگئیں
 سو رہے مرتد میں جا جا کر مسکین
 جو ہوا تر دامن سے منفصل
 جس نے دیکھی سب سے پاک حسین
 لخت دل باقی ہیں اے اہل عزا
 کس میں ہے گنجائش فیض حسین
 اے فلک افسوس خشکی میں بھی تو
 غل ہوا لو کٹ گیا دولاہا کا سر
 دل ہیں بانو کے سدا اکبر کا غم
 پر سلامی شہ کو روتا ہی رہا
 وہ یہ تنہم اشک ہوتا ہی رہا
 یاں محل تعمیر ہوتا ہی رہا
 اشک سے دامن بھگوتا ہی رہا
 اشک پلکوں میں پروتا ہی رہا
 تو فقط موتی پروتا ہی رہا
 آسماں کو عذر کو تا ہی رہا
 فاطمہ کا گھر ڈبوتا ہی رہا
 بیاہ کا سامان ہوتا ہی رہا
 نوک بر چھی کی چھوٹا ہی رہا

نہریں عباس داخل ہو گئے
چاروں اَرْزاق کے پسر و دو کئے
کہتی تھیں اُمّ البنین دیکھوں کے
سرد و گرم حشر یہ بھولا یزید
قید میں بازار میں دربار میں
تپ سے ایسے گرم تھے عابد کے پاؤں
حشر میں سجاد دیں گے یہ حساب
قافلہ منزل پہ جا پہونچا نیست

مشورہ اعدا میں ہوتا ہی رہا
رن میں ور حیدر کا پوتا ہی رہا
پاس بیٹا اور نہ پوتا ہی رہا
حق و باطل کو سموتا ہی رہا
حرمت سادات کھوتا ہی رہا
آبلہ ہر گام دھوتا ہی رہا
باپ کے ماتم میں روتا ہی رہا
بے خبر اب تک تو سوتا ہی رہا

(۶)

پڑا جو عکس تو ذرہ بھی آفتاب بنا
بنائے روضہ سرور جو کر بلا میں ہوئی
جو آبرو کا ہے طالب تو کر عرق ریزی
مرے گناہوں کے دفتر کی برہمی کیلئے
عمار تیں تو بنائیں خراب ہونے کو
ہوا پہ کیوں ہیں تنک مایگان بھر فنا
فلک پہ نالہ سوزاں نے آگ بھڑکائی
یہ مشتعل ہوئی سینے میں آتش غم شاہ
یہ غل تھا دیکھ کے دلہا دلہن کو خیمے میں

خدا کے نور سے جسم آفتاب بنا
ملک پکارے کہ اب خلد کا جواب بنا
یہ کشمکش ہوئی تب پھول سے گلاب بنا
نئے سیاق سے بگڑا ہوا حساب بنا
اب اپنی قبر بھی او خانماں خراب بنا
جو بڑھ گیا کوئی قطرہ تو وہ حساب بنا
دھواں جو آہ کا نکلا مری سحاب بنا
کہ آہ سنج بنی اور جگر کباب بنا
جو بے عدیل بنی ہے تو لا جواب بنا

ترے سلام میں ہے مرثیے کا سارا لطف انیس نظم غم شہ میں اک کتاب بنا

(۷)

اس مہجری ہے سب کا مقدر جدا جدا رُتبے میں ہیں گدا و تو نگر جدا جدا
 کیا کیا لڑے ہیں رن میں بہتر جدا جدا مہجرائی شہ پہ ہمدقے کئے سر جدا جدا
 رن میں ہر اک نے ابن شہ ذوالفقار کو دکھلائے اپنی تیغ کے جوہر جدا جدا
 سب منزل جہاں میں مسافر عدم کے ہیں سب کا وطن ہے ایک مگر گھر جدا جدا
 بہر تصدق گل زہر اچمن میں ہیں سب بچے مٹھیوں میں لئے زر جدا جدا
 حواریں علی سے کہتی ہیں شیعوں کے واسطے رکھے ہیں بھر کے پانی کے ساغر جدا جدا
 کہتے ہیں جمع کر کے ملک اشک مومنین شیشوں میں رکھتے جاؤ یہ گوہر جدا جدا
 فوج نعین کی تھی یہ چڑھائی حسین پر اکراڑتے جاتے تھے شکر جدا جدا
 اتنے جراحات تن سرور شمار میں ہوتے جو زخم نیزہ و خنجر جدا جدا
 حضرت کی بگینا ہی پہ دیں گے گواہیاں تیغ و سنان و نیزہ و خنجر جدا جدا
 تھے وقتِ دفن والے زخم تن حسین آتی تھی صوت اللہ و اکبر جدا جدا
 مقتل سے شہر شہر گئے طائرانِ دشت سبطِ نبی کے خوں میں بھجے پر جدا جدا
 اس طرح سر شہیدوں کے تھے برسرِ سناں جس طرح ہوئیں ماہ سے اختر جدا جدا
 ہوتے جوان کے سامنے سرد و تن شہید ماتم سبھوں کا کرتے پٹیمبر جدا جدا
 صغرانے نامہ بر سے کہا خط نہ لکھنے کا شکوہ تو کر چکی ہوں میں بے پر جدا جدا
 بہرِ خدا زبانی بھی میری طرف سے تو کیجو گلہ ہر ایک سے جسا کر جدا جدا

زیب یہ بولیں بیٹوں سے باہم چلے تو ہو ت
جرات میں ایک ہو یہ جی چاہتا ہے اُن
کہتی تھی بانو چھاتی سے لگ جاؤ اُن کر
یہ حکم شمر کا تھا کہ ہر بی بی اُونٹ پر
رستی سے یوں بندھے تھے اسیرانِ اہلبیت
ہنگامِ ذبح ہر رگ گردن نے شاہ کی
فیضِ غم حسین سے ہوتے ہیں اے امیں

(۸)

حسین یوں ہوئے اے مجرئی وطنِ سجدا
جناں میں پائینگے گھراہلبیت کے مداح
رسولِ حق کو نوا سے یہ محبت تھی
شہیدِ ظلم ہیں دونوں نبی کے لختِ جگر
جہاں سے اٹھ گئے حسرت بھری بنے قائم
وطن میں پھر کے سفر سے نہ جیتے جی آئے
زمین پہ گر کے پکارے شہِ زمنِ مہمات
بکالا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے
گھر سے ہے شہِ والا ستم کے نیزوں میں
سحر سے ظہر ملک کر بلا میں جنگ ہوئی
کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جدا
جلدِ خدا سے جدا لیں گے پنجن سے جدا
کہ منہ نہ کرتے تھے شبیر کے ہن سجدا
غمِ حسین نہیں ہے غمِ حسن سے جدا
جہان میں کوئی دُلہان نہ ہو دو لبین سے جدا
عجب گھڑی تھی کہ اکبر ہوئے وطنِ سجدا
نظر جو آگئے بھائی کے ہاتھ تن سے جدا
گلے سے پہنے رگاخوں جدا دہن سے جدا
نہ آفتاب ہوا دو پہر گہن سے جدا
سہرِ حسین ہوا وقتِ عصر تن سے جدا

حرم میں شور ہوا شمر نے کہا جس دم
پھنسے ہوئے تھے بلاؤں میں سید سجاد
گلے میں دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ
کڑی ہے قبر کی منزل مسافر و ہشیار
نثارِ قبر کا ہے خوف گر تجھے تو انیس
کہ باندھو بازوئے زینب اک سن جدا
پھلی تھی طوق سے گردن جدا سن جدا
یہ آفتاب کہیں بند ہو گھن سے جدا
کھلے گا حال یہ جب ہوگی روع تن سے جدا
رہے نہ صرہ خاکِ شفا کفن سے جدا

(۹)

بھرا ہے غمِ شہ سے سینہ ہمارا
دل صاف رکھتے ہیں ہم پاک طینت
ہوئی سخت ایذا مانے کے ہاتھوں
بجز پنجستن کچھ نہیں نقشِ دل پر
پکارے بنی قبرِ سرور پر آ کے
لپٹی جو بیٹی تو کہتے تھے حضرت ق
نہ چھاتی سے لپٹو کہ اب شمرِ رن میں
چلے شہ وطن سے تو کہتے تھے عابد
یکایک صدا قبرِ احمد سے آئی
ازل سے ہے نام علی نقشِ دل پر
عمر سے کہا حُر نے ناجی ہمیں ہیں ق
تجھے حبِ دنیا مجھے حبِ حیدر
سلامی یہی ہے خزینہ ہمارا
نہیں جبرم رکھتا نگینہ ہمارا
گرا سنگ پر آبِ گینہ ہمارا
ان اسموں کا گہر ہے نگینہ ہمارا
اسی خاک میں ہے دفینہ ہمارا
بس اب ہاتھ چھوڑو سکیں ہمارا
دباے گا زانو سے سینہ ہمارا
اب اس سال مشکل ہے جینا ہمارا
ہوا آج خالی مدینہ ہمارا
وہ درِ نجف ہے نگینہ ہمارا
پسند خدا ہے خزینہ ہمارا
وہ کشتی تری یہ سفینہ ہمارا

کہا شہ نے بھائی نہ چھوڑے گا مجھ کو
کہا وقت مرگ پسر رو کے شہ نے
حرم کہتے تھے تھا یہ اُمت میں طوفاں
کہا شہ نے قاتل سے زانو نہ رکھ تو ق
ترے بعد ہے موت جینا ہمارا
کہ خشکی میں ڈوبا سفینہ ہمارا
کہ زخموں سے ہے چور سینہ ہمارا
زمانے کی زینت ہے جینا ہمارا
شقی دین کا گھر ہے سینہ ہمارا
علیٰ ہیں درِ شہرِ علم نبوت

(۱۰)

لحد میں سامنے جب دفترِ حساب آیا
زمیں کا زور چلا خاک بھی نہ وقتِ فشار
نہ سراٹھایو بحرِ جہاں میں اسے غافل
اتار ا مجھ کو لحد میں تو دی زمیں نے صدا
جہاں سے ہم اسی حسرت میں پریو کے چلے
جگہ نہ پائی جو کثرت میں سانس لینے کی
بہانہ ڈھونڈتی ہے رحمت لے گنہگارو
زمیں یہ کہتی ہے میت سے دیکھ قبر کو دیکھ
پیامِ مرگ ہیں موئے سفید اے غافل
نہیبِ شرع تو دیکھو کہ بن گیا سر کہ
حسین و حر کی ملاقات تھی کہ عالمِ نور
گناہ دیکھ کے کیا کیا مجھے حجاب آیا
مری زباں پہ جو نام ابو تراب آیا
صدا یہ دے گیا پانی پہ جو حباب آیا
زہے نصیبِ عسلام ابو تراب آیا
نہ عمر رفتہ پھر آئی نہ پھر شباب آیا
میانِ بحرِ فنا خود بخود حباب آیا
خدا نے رحم کیا جب مجھے حجاب آیا
کہاں بنا کے گھرا و خانہاں خراب آیا
کبھی سنا ہے کہ پری گئی شباب آیا
بجھ کی راہ میں جب شیشہ شراب آیا
ق ادھر سے ماہ بڑھا تھا کہ آفتاب آیا

صدایہ آئی کہ گردن اٹھا کے دیکھ ذرا
فلک پہ شور تھا پہونچے جو کر بلا میں حسین
رُخِ حسین سے میں نے کبھی نہ دی تشبیہ
ورق ہیں مصحفِ ناطق کے اکبر و اصغر
غمِ حسین میں جب آہ کی تو بر سے اشک
عطش نے گودِ سوزاں میں آگ بھڑکائی
سرِ حسین گیا شام میں جو وقتِ محسوس
ورق اُلٹ گیا دُنیا کا یک بیکتوں چرخ
اُلٹ کے سب مے مضمون پڑھے مے آگے
اُلٹ گیا نہ فقط لکھنؤ کا اک طبقہ
کوئی بھی ہوتا ہے پیری میں اس طرح غافل

(۱۱)

گھر سے جب زقار دو منزل گیا
روئے آسائش نہ دیکھا عمر بھر
تھے علی اکبر عجب رشکِ چمن
بات جب کی پھول مَنہ سے جھڑپے
تہر حق تھا غنیمتِ عباس علی
سینہ اکبر پہ داں بر چھی لگی
مہرئی جنت کا رستہ مل گیا
جو گیا دُنیا سے وہ بے دل گیا
کر بلا کو لطفِ جنت مل گیا
مُسکرائے جب تو غنیمت کھل گیا
شیر کے نعروں سے جھل مل گیا
ماں کا خیمے میں کلیجہ مل گیا

کیا شہادت کی خوشی تھی شاہ کو زخم جو کھایا بدن پر کھل گیا
 کہتے تھے شہ بل گئے ہم خاک میں اے فلک بتلا تجھے کیا بل گیا
 شہسوارِ دوشِ احمد کا پسر قید میں پیدل کئی منزل گیا
 بیڑیوں سے پنڈ لیاں زخمی ہوئیں طوق سے نازک گنگا چھل چھل گیا
 شکر اللہ تخت پر بیٹھے علی جلوہ فرما حق ہو اول کھل گیا
 پنجتن کا واسطہ دے کر انیس جو خدا سے ہم نے مانگا مل گیا

(۱۲)

کسی کو مجرئی اہدم نہ ہنگام اجل پایا
 کہا شب تیر نے اکبر گل باغ جوانی تھا
 لگایا تیر جس کج باز نے وقتِ دغا شہ پر ق
 معیں کہتے تھے روکیں اگر کیونکر تیغ حیدر کا
 ہو اگھر چھوڑ کر قرباں جو خُرد فرزند زہرا پر
 عمر سے کہتا تھا حُر سائے طوبی ملا مجھ کو
 سر خُراپے زانو پر رکھا شاہِ دو عالم نے
 گویا نارِ سقر کو چھوڑ کر جنت کے گلشن میں
 تڑپ کر ڈوا الفقار حیدری خود میان سے نکلی
 کیا جب شاہ نے حملہ اجل نے آکے میدان میں
 برابر چاڑھ مکرے مکرے چھوڑا اس کن میدان میں
 علی جب آئے تب مشکل کو جاں کنڈن کی حل پایا
 اسے نیزہ لگا کر کچھ لعینوں نے نہ پھل پایا
 جوابِ راست اس نے تیغ شہ سے بر محل پایا
 کبھی سر پر کبھی بر میں کبھی زیرِ بغل پایا
 قریبِ قصرِ حیدر باغِ جنت میں محل پایا
 ہوا خواہی میں سروِ باغِ زہرا کی یہ پھل پایا
 جری نے رتبہ معراج ہنگام اجل پایا
 مقدّر کی طرف سے حُر نے یہ حُسنِ عمل پایا
 علی کے لال کی ابرو پہ جب غصے سے بل پایا
 طپاں بسل کو بسل پر دمِ جنگ و جدل پایا
 جسے تیغ دو پکیر نے دمِ جنگ و جدل پایا

رفیقوں کی طرف دیکھا جو ہنگام و غاش نے
 کہا اکبر نے وقتِ نزاع یہ رورو کے مضربِ ن
 یہ حسرت تھی کہ دم نکلے ہمارا ماں کی گودی میں
 غضب تڑپے شبہ دیں رکھ کے سر اکبر کے لاشے پر
 اٹھایا داغِ فرزندِ جواں کا عینِ پیری میں
 چڑھا جو منہ پہ سراس کا اتارا تیغِ حیدر نے
 وطن میں کہتی تھی صغرا مصیبت کچھ ہے بابا پر
 فرسے ہو کے زخمی خاک پر گھٹنے لگے جس دم
 بے صدمے پہ صدمے دکھ پہ دکھ اعدا کے ہاتھوں سے
 پس از قتلِ شہ دیں گھر جلا قیدی ہوئیں اندیں
 انیس آخر نہ دولت کام آئی اہلِ دولت کی
 اجل کے ہاتھ سے وقفہ نہ لیکن ایک پہل پایا
 جگر میں اس کے جب ٹٹا ہوا برہمی کا پھل پایا
 شہ دیں نے گلستانِ ریاضت کا یہ پھل پایا
 مثالی اسے جس کے ذرا برو پہ بل پایا
 بہت میں نے دلِ نغمیں کو مضطربِ آجکل پایا
 شہ والا نے دستِ فاطمہ زیرِ بغل پایا
 نبی کے بعد زہرا نے نہ آرام ایک پہل پایا
 نہ ماتم کی صفیں بچھیں نہ ماتم کا محسَل پایا
 بجز نقدِ تہی دستی نہ کچھ وقتِ اجل پایا

(۱۳)

آبِ خنجر سے گلا جب شاہ کا تر ہو گیا
 نہر پر جب قتلِ عباسِ دلاور ہو گیا
 دیکھ کر خیمے کی جانب رو دیا عباس نے
 زعفران نے کہا اسے بادشاہ کم سپاہ
 روکے فرمایا شہ دیں نے کہ شکر اٹھو
 حیث ہے یار و نہ دی اکٹہ ند پانی کی اسے
 پانی پانی اسے سلامی غم سے کوثر ہو گیا
 روکے شہ چلائے اب میں بے برادر ہو گیا
 مشک میں پیوست جب تیر بستگر ہو گیا
 کیا شہیدِ ظلم سب آقا کا شکر ہو گیا
 تیرا صفر کے لگا اور قتلِ اکبر ہو گیا
 جس کی خاطر کے لئے دو کھٹے گوہر ہو گیا

تیرا صفر کو دگا کر بولا شہ سے حرم لہ ق
 شہ نے فرمایا رضائے حق پہ رضی ہے حسین
 کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا
 خلق پر بے آب خنجر پھیر کر کہتا تھا شمر
 ہو کے غش جھبہ ت شبیر گھوڑے سے گرے
 روز عاشورہ ملی قبر نئی جب وقت عصر
 آئی صفر ا قبر پر اور عرض کی اے نانا جاں
 آئی مرقد سے صد اللہ تجھ کو صبر دے
 پوچھتی تھی راہگیروں کی زینب شام میں
 جو ہوا بیمار اندوہ شہ دیں اے انیس

دور اب تو دل سے سرور داغ اکبر ہو گیا
 زخم کا اکبر کے مرہم داغ اصغر ہو گیا
 گھٹنیوں چلنے نہ پایا قتل اصغر ہو گیا
 بکھوئی حسین ابن علی اب تو کلا تم ہو گیا
 مستی تہا قتل پر شہر ستم گدا ہو گیا
 جلد بجا شرب میں بریا شود مجھ ہو گیا
 کیا صبر میں سادہ کچھ شاہ دیں پر ہو گیا
 گھر کٹا خیمہ جلا فرزند بے سر ہو گیا
 کربلا میں دفن فرزند پیمبر ہو گیا
 اوج اصحاب مسیح اس کو میسر ہو گیا

(۱۲)

علی سا بھی نہ کوئی عادل زمانہ ہوا
 مکاں رہے نہ مکیں طرفہ کا رخا نہ ہوا
 سیاہ دیدہ شبیر میں زمانہ ہوا
 امیر جس در دولت پہ اک زمانہ ہوا
 یہ انقلاب غضب کا ہے یا علی فریاد
 شباب تھا کہ دم واپس کی آمد و شد
 جو زندہ پھرتے ہیں قبریں پہ کہتے ہیں مرد

کہ ایک بازو کبوتر کا آسٹیا نہ ہوا
 زمیں الٹ گئی کیا منقلب زمانہ ہوا
 ہوائے ظلم سے جب گل چراغ خانہ ہوا
 وہ گھرا جڑ گیا بر باد کا رخا نہ ہوا
 کہ مسجدیں تھیں جہاں ان شہرا نہ ہوا
 یہ مغلرب ادھر آیا ادھر روانہ ہوا
 کہ ہم بھی پھرتے تھے یونہی اسے نما نہ ہوا

گمراہی برق فلک نے اسی پہ یا تقدیر
 کیا قبول قناعت سے بحر عالم میں
 کشاں کشاں مجھے جانا پڑا وہاں آخر
 لحد یہ کہتی ہے میت سے اب کتواور میں
 اندھیری قبر تھی اور میں تھا یا علی ولی
 بچھا ہے قاف سے قاف جس کا خوان کرم
 حسین نے کبھی شکوہ کیا نہ اُمت کا
 پڑا جو سائے گیسوئے بیچ دار حسین
 دُوبہن کوئے کے سدائے تھے آستین سکی
 لگا کے بچے کو اک تیر حُسر ملنے کہا ق
 پکائے شاہ کہ اس در و دل کو مجھ سے پوچھ
 ملا نہ اصغر ناداں کو جسام پانی کا
 رہا نہ کوئی بہشت میں ظہر تک باقی
 وہ زلف چوب سناں میں بندھی ہزار فسوس
 سحاب سائے میں رکھتا تھا جس کے نانا کو
 فراق شر کا نہ صدمہ اٹھا سکینہ سے
 لحد نہ اس کو میسر نہ شامیا نہ ہوا
 قلع سے جان گئی موت کا بہانہ ہوا
 خبر ہے کیا تجھے کس کا جگر نشانہ ہوا
 صراحی دار گلا تیسر کا نشانہ ہوا
 حسین رہ گئے سب کارواں روانہ ہوا
 بنی کے پنج مرگاہاں سے جس میں شانہ ہوا
 قلع سے جان گئی موت کا بہانہ ہوا
 خیر ہے کیا تجھے کس کا جگر نشانہ ہوا
 صراحی دار گلا تیسر کا نشانہ ہوا
 حسین رہ گئے سب کارواں روانہ ہوا
 بنی کے پنج مرگاہاں سے جس میں شانہ ہوا

بھنگ کے راہ سے پیچھے کہیں نہ رہ جاؤ

اٹھو نیست اٹھو موتِ نافلہ روانہ ہوا

مجرائی زن میں شہ پستم بے حساب تھا
 دریا کی سمت رخ بھی نہ کرتے تھے وقت جنگ
 اللہ سے حر کا مرتبہ گھوٹے پہ جب چڑھا
 قاسم نے بعد عقد کہا ماں سے وقت صبح
 زینب کے بیٹے ایسے تھے حُسن و جمال میں
 خیمے میں ابن ساقی کوثر کے ہے غضب
 قاسم کے وقت نزع یہ جاری زباں پہ تھا
 اکبر ہوئے شہید تو گھر میں نہ آتے تھے
 گھر لوٹنے کو شمر جب آیا حسین کا ق
 زینب یہ کہتی تھی مرے بھائی کے قتل میں
 سجاد غرق تھے عرق شرم میں انیس

نایاب گھر میں ساقی کوثر کے آب تھا
 پانی سے تشنہ کاموں کو یہ اجتناب تھا
 تھامے رکاب کو خلف بو تراب تھا
 یہ بیاہ بھی خیال جو کیجے تو خواب تھا
 ایک آفتاب اگر تھا تو اک ماہتاب تھا
 جزا شک دیکھنے کو میسر نہ آب تھا
 سامان شب خیال تھا اور بیا خواب تھا
 بانو کے منہ سے یہ شہ دیں کو حجاب تھا
 ناموس مصطفیٰ کو عجب اضطراب تھا
 کوشاں زیادہ سبک یہ خانہ خراب تھا
 کُنہ نبی کا بلوے میں جبے نقاب تھا

اسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گردیکھا
 علی کو حق نے اتارا جو عین کعبے میں
 قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر
 سحر ہوئی شب معراج کی تو لوگوں نے
 کہا یہ سب نے غلاموں سے کیجئے ارشاد

اسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا
 کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
 تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
 جمال پاک رخ سید البشر دیکھا
 جو کچھ حضور نے یا شاہ بحر و بر دیکھا

گھر فشاں ہوئے لعل لب رسول کریم
 ورائے کرسی و عرش عظیم و لوح و قلم
 ولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہنچا
 کہاں تک کہوں نکلا جو ہاتھ پر سے
 بروز عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو
 کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس

(۱۶)

ہے تخت پر جلوس جناب امیر کا
 کیفیتیں اٹھائے نہ کیوں دل فقیر کا
 واقف خمارِ غم سے نہیں دل فقیر کا
 شہرہ ہے شش جہت میں حدیثِ غدیر کا
 بعد از نبی ہے تخت جناب امیر کا
 چھد جائے دل چمن میں نہ کیوں ہم صغیر کا
 ہو جائے پست اوج نہ کیوں ہم صغیر کا
 غل سن کے عند لبِ تسلیم کی صریح کا
 دولت سے فقر کی ہے غنی دل فقیر کا
 جاری ہے کیا ہی فیض جناب امیر کا
 دیکھا ہے منہ جو تیغ جناب امیر کا

کہ سب سے رتبہ حیدر زیادہ تر دیکھا
 وحی کا نور سبراک شے میں جلوہ گر دیکھا
 علی علی نظر آئے جد صمد جدھر دیکھا
 توصاف دستِ ید اللہ نامور دیکھا
 غم حسین میں عسا بد کو نوح گر دیکھا
 عروج مہر بھی دیکھا تو دو پہر دیکھا

ڈنکا ہے اب جہاں میں نبی کے زیر کا
 نشہ چڑھا ہوا ہے شرابِ غدیر کا
 پیمانہ کش ہوں بادِ خستہ غدیر کا
 بیعت کو ہاتھ اٹھا تھا صغیر و کبیر کا
 سلاطین کی مملکت میں عمل ہے وزیر کا
 میری ہراک ز فیر میں عالم ہے تیر کا
 طوبے کے سر پہ شور ہے میری ز فیر کا
 رنگ اڑ گیا ہے صاف مرے ہم صغیر کا
 محتاج بادشاہ کا ہوں نہ وزیر کا
 دامن دروں سے بھرتے ہیں ابرِ مطیر کا
 بجلی بنا ہے آئینہ مہرِ منیر کا

اللہ نے فقر حیدر گردوں سریر کا
 دیکھو کرم رسول خدا کے وزیر کا
 ہے جائے گریہ حال جناب امیر کا
 اثنا عشر کے در کا گدا ہوں پتہ یہ ہے
 یاں ان دنوں سے شہید فصاحت زباں پہ ہے
 پل میں پل صراط سے گزریں گے مومنین
 اے باغباں میں بلبل گلزارِ قدس ہوں
 اصحاب سے یہ صاحبِ معراج کہتے تھے ق
 پائی کسی نبی نے رسائی نہ اس قدر
 پہنچا جہاں جہاں میں نظر کی جدھر جدھر
 دو انگلیوں سے کٹا اڑا کر کیا ہے دو
 کبے میں دوش پاک نبی پر رکھے قدم
 مختارِ عرش و فرش تھے ہر چند بو تراب
 اس زور سے لگائی تھی قاتل نے ضرب تیغ
 تھرا ہے تھے مسجد کوفہ کے بام و در
 سر پٹیتے تھے گردنمازی کھڑے ہوئے
 آئی مہ صیام کی اکیسویں جو رات ق
 زہرا کی دونوں بیٹیاں سر پٹینے لگیں

رہتا تھا خواب گاہ میں بستر حصیر کا
 قاتل کو بھی سخی نے دیا جام شیر کا
 کرتے تھے شکر پھانک کے آر شیر کا
 بارہ دری میں رہتا ہے بستر فقیر کا
 چکھتا تھا جب مزا بھی نہ مادر کے شیر کا
 جس وقت نام لیں گے جناب امیر کا
 بدرہ پہ آشیاں ہے مرے ہم صغیر کا
 کیا مرتبہ ہے باد شہ قلعہ گیر کا
 دیکھا خدا سے قرب وہ اپنے وزیر کا
 تھا ہر جگہ ظہور جناب امیر کا
 حیدر نہ کیوں لقب ہوئے دستگیر کا
 اے چرخ دیکھ اوج مے دست گیر کا
 لیکن پسند طبع تھا بستر حصیر کا
 شق ہو گیا تھا فرق جناب امیر کا
 پر خون تھا رخ رسول کے مہرِ نیر کا
 زخمی پڑا تھا شیر خدا کے قدیر کا
 بے جاں ہوا امام صغیر و کبیر کا
 منہ ڈھانپ کر دے شہ بے نظیر کا

لائے کفن جناں سے شب قلعہ گیر کا
 کیوں رُخ ہے سبز خسرو گردوں سریر کا
 تھا زہر میں بھبھسا ہوا تینا شیر کا
 تابوت لے چلے جو نبی کے وزیر کا
 لے لے کے نام پاک جناب امیر کا
 وارث اٹھا جہاں سے یتیم و یتیم کا
 ہے وادی السلام بستر فقیر کا
 (۱۸)

خالی کبھی رہا نہیں کا سہ فقیر کا
 دامن نہ چھٹنے پائے جناب امیر کا
 بازو نبی کا ہاتھ خدا کے قدیر کا
 شعلہ پہن لے بسم میں گرتا حریر کا
 اب تک ہے مسجدوں میں بچھونا حبیر کا
 کعبے کی سرزمین پہ ہے بستر فقیر کا
 وہ شاہ کی جگہ یہ محل ہے وزیر کا
 شیشہ بغل میں ہے مئے خستہ غدیر کا
 دم بند ہو گیا ہے مرے ہم صفیر کا
 یاں ایک مرتبہ ہے صغیر و کبیر کا
 ٹکڑا نمک سے کھائے جو نانِ شعیب کا
 بھر دے خدا کی راہ میں کا سہ فقیر کا

فرزند غسل لے چکے جس دم تو جبریل
 پوچھا حسین نے یہ حق سے کہ بھائی جان
 منہ پرٹ کر وہ بولے کہ اس کا سبب یہ ہے
 آہ و بکا سے حشر تھا کونے کی راہ میں
 قیدی دُوبائی دیتے تھے رُتے تھے نقبیر
 رانڈیں پکارتی تھیں کہ ہے ہے غضبنا
 پوچھے کوئی یتیم تو یہ کہہ دیجو ایس
 (۱۸)

دل سیر ہے گدائے جناب امیر کا
 مطلب یہی ہے ہاتھ کی ہراک لکیر کا
 کیا پوچھتے ہو نام مرے دستگیر کا
 حافظ اگر ہو عدل جناب امیر کا
 تھا حق پسند فقر جناب امیر کا
 عاشق ہوں روئے پاک جناب امیر کا
 کمر سی نبی کی عرش جناب امیر کا
 کیا پوچھتے ہو مذہب و مشرب فقیر کا
 گلشن میں سن کے زمزمہ پردازیاں مری
 معصوم سب ہیں جوشن بازوئے مصطفیٰ
 خیر کا در اکھاڑ لے وہ جل شانہ
 پایا ہوں ساقیا مئے کوثر کا خم کی خیر

احسانِ بوترا ب کا گردن پہ بوجھ ہے
 اشکوں لب بھگو دے مے لے فراتِ شیم
 دستِ خیالِ حور نہ پہونچا جہاں کبھی
 حکمِ خدا سے قاسمِ ارزاقِ نملق میں
 سبیلینِ مسطفا کو سمجھتے ہیں جوشنیں
 مومن سمجھ لیں دل میں یہ پرے کی بات ہے
 کیا رحم تھا کہ شیرِ الہی نے رو دیا
 اس کے پسر کو پانی کا قطرہ بے نہ ہائے
 جب مر گئے علی تو مدینے میں شور تھا
 حیدر کے حکمِ رسم پہ رونے لگے حسینؑ
 یوں ششجہت میں قاتلِ شبیر خوار ہے
 پیری تو آپکی ہے مگر مہلت اے اجل

مجرئی شاہ کا ہوں خلد میں ہے گھر میرا
 شاہ کہتے تھے لعینوں نہ ستاؤ مجھ کو
 کٹ گئے ہاتھ تو بولے یہ علمدارِ حسینؑ
 شمر سے کہتے تھے عباس میں کیونکر بہکوں
 شاہ فرماتے تھے بس خاتمہ جنگ ہے آج

سہر کس طرح جھکا نہ رہے چرخِ پیر کا
 عادی ہوں میں طہارتِ آبِ کثیر کا
 اس دوش پر تھا پاؤں مرے دستگیر کا
 سب ہاتھ دیکھتے ہیں مرے دستگیر کا
 تیغوں میں ہے یہ مرزِ معنی و کبیر کا
 نکلا کہاں سے ہاتھ جنابِ امیر کا
 جب آگیا خیالِ یتیم و اسیر کا
 قاتل کو جس نے بھیج دیا جامِ شیر کا
 آج اٹھ گیا شفیقِ یتیم و اسیر کا
 کاسہ دیا جو آپ نے قاتل کو شیر کا
 ہفتے میں جیسے روز ہے منجوسِ پیر کا
 کر لوں طوافِ قبر جنابِ امیر کا

منتظرِ حوریں ہیں مشتاق ہے کوثرِ میرا
 ماں ہے زہرا مری نانا ہے پیئرِ میرا
 مرتبہ ہو گیا جعفر کے برا بھوسا
 خضر کو راہ بتا دیتا ہے رہبرِ میرا
 عصر کے بعد نہ میں ہوں گانا لشکرِ میرا

شاہ کہتے تھے نہ سو جی مجھے عباس کی لاش
کہتا تھا شمر کہ زہرا کی صدا آتی تھی
قبر اکبر یہ یہ بانو نے کہا بٹیا واہ
شاہ فرماتے تھے کیا قتل کروں امت کو
کہتی تھی بانی سکینہ کہ بچاؤ بابا
شہ نے فرمایا نہیں قبر سے کچھ کام مجھے
لاش شبیر یہ جبریل نے آکر یہ کہا
فاطمہ کہتی تھی بے چین نہ کیجو اسے قبر
شاہ فرماتے تھے اب کون کسے کوشش آب
روکے کہتی تھی سکینہ کہ بھسے لاتے تھے مشک
بانو کہتی تھی کہ جنگل میں ڈرے گا لوگو
جو کوئی پوچھتی کیا سن تھا تو کہتی بانو
شمر کہتا تھا یہ تھا خشک گلوے شبیر
کہتی تھی رور کے بانو یہ توقع تھی مجھے
میں تو جیتی رہی اور اٹھ گئے وہ دنیا سے
روکے بانو نے کہا پھلے پہر زنداں میں
شمر کہتا تھا میں جب کرتا تھا شبیر کو ذبح
کہتی تھی روج محمد یہ تماشا یوں سے

نے گئے ہاتھ پیرا کر علی اکبر میرا
پکڑے لیتا تھا کوئی ہاتھ سے خنجر میرا
گور آباد کی ویران کیا گھر میرا
میں ہوں شمشیر خدا صبر ہے جو ہر میرا
بد گھر چھینے لئے جاتا ہے گو ہر میرا
سنگ بالش ہے اب اور خاک ہے بستر میرا
خاک پر سوؤ نہ حاضر ہے یہ شہر میرا
سو گیا ہے تری آغوش میں دلبر میرا
ہائے سوتا ہے ترائی میں غضنفر میرا
کٹ گئے ہاتھ چچا کے یہ مقدر میرا
کبھی تنہا نہیں سویا علی اصغر میرا
چھ مہینے سے بھی کم تھا علی اصغر میرا
کہ ذرا تر نہ ہوا خون سے خنجر میرا
کہ اٹھائے گا جنازہ علی اکبر میرا
ان کی تقصیر نہیں کچھ یہ مقدر میرا
دودھ پینے کو نہ چونکا علی اصغر میرا
کیسی مظلومی سے منہ تکتے تھے مرور میرا
بند آنکھیں کر دگنہ ہے کھلے سر میرا

مگر کے لاش علی اکبر پہ کہا عابد نے ہائے غمخوار مرا ہائے برا درمیرا

(۲۰)

مجرئی جس نے مزارِ شہِ ذیشان دیکھا
 ہو گیا نظروں میں شبیر کی تاریک جہاں
 جس کی مادر کا اٹھا شب کو جنازہ فہوس
 اس قدر روں کہ غش کر گئیں بانوئے حزیں
 رکھ کے زانو پہ سر حر کو کہا حضرت نے
 لاشوں پر بیٹوں کے کہتی تھی یہ زینب رو کر
 بیاہ کے دن جو ستم قاسم نوشہ پہ ہوئے
 سمجھی زینب گئے عباس اور اکبر مارے
 اور بھی حال پریشان ہوا بانو کا
 پیشتی سینہ و سر خمیے سے نکلی زینب
 شہ کا سر پڑھتا تھا قرآن تو کہتے کوئی
 عمر بھر وہ شب تاریک کو سمجھا شبِ ماہ
 لڑکیاں کہتی تھیں صغرا سے کہ ہم نے تم کو
 خاک پر سینہ و سر پیٹ کے اونٹوں سے گئے
 تھا یہ نزدیک نکل جائیں تمہوں سے جانیں
 عمر بھر باپ کے ماتم ہی میں سجتا درہے

اس نے دنیا ہی میں بس دُشمنِ رضواں دیکھا
 خاک و خوں میں علی اکبر کو جو غلطاں دیکھا
 دن کو خلقت نے اسے باسرِ عریاں دیکھا
 شاہ کی گود میں اصغر کو جو بے جاں دیکھا
 اپنے رتبے کو بھی کچھ اے مے مہاں دیکھا
 بہت ارماں تھا کہو قتل کا میداں دیکھا
 کسی شادی میں نہ ماتم کا یہ ساماں دیکھا
 شہ کو جب پکڑے کمر چاک گریباں دیکھا
 زلفِ اکبر کو جو نیزے پہ پریشاں دیکھا
 حلقِ شہ پر جو رواں خنجر براں دیکھا
 سر بے تن کو نہیں حافظِ قرآن دیکھا
 جس نے نیزے پہ سر شاہ شہیداں دیکھا
 آکے جب دیکھا تو منہ پر لئے داماں دیکھا
 حرمِ شاہ نے جب گنجِ شہیداں دیکھا
 دُور سے قیدیوں نے جب رزنداں دیکھا
 جس نے دیکھا انھیں بادیدہ گریاں دیکھا

باپ کو روتے تھے سجاد تو کہتی تھی یہ خسلق
 کہتا سجاد سے جو یہ کہ نہ حضرت کو کبھی
 اس سے فرماتے تھے وہ خاک کسے سیرہن
 قید میں جو حرم شہ نے اذیت پا کی
 ایک سال زمانے کا نہیں رہتا امیں
 کیسا ہر دوست کے کام آتے ہیں شکل میں امیں
 دیکھ لے جس نے ہو نوح کا طوفاں دیکھا
 ماہل سیرگل و سنبل و ریحاں دیکھا
 جس نے تاراج محمد کا گلستاں دیکھا
 کس نے دنیا میں یہ رنج فراواں دیکھا
 انقلاب فلک و گردش دوراں دیکھا
 کس نے شبیر سا آقائے غریباں دیکھا

(۲۱)

مجری ڈیوڑھی پر زینب نے جو آکر دیکھا
 خیمے سے پٹیتی سیدانیاں نکلیں باہر
 شہ نے فرمایا یہی حلق مرا گائے گا
 تہہ خنجر شہ مظلوم نے کس غربت سے
 ہس جو نہی کٹنے لگی گردن پر نور ادھر
 لاش اکبر یہ چلاتی تھی بانوئے حزیں
 شبہ ہراک کو ہوا ہے یہی سراحد کا
 شمر کہتا تھا چڑھا شاہ کی جب چھاتی پر
 بولے احمد کہ مرے قوت بازو شاہ باش
 پاس بیٹے کے جگر تھام کے غش ہو گئے شاہ
 تیغ گردن پہ چلی اور نہ تڑپے شہ دیں
 حلق مشیر کو زیر دم خنجر دیکھا
 گو در میں شاہ کی جب لاشہ اصغر دیکھا
 جس گھڑی شمر کو لاتے ہوئے خنجر دیکھا
 طرف خیمہ کئی مرتبہ پھر کر دیکھا
 سر کھلے زینب دل گیر کو باہر دیکھا
 تم کو ڈولھانا بنے اے مرے دلبر دیکھا
 شام میں نیزے پہ جس نے سراکبر دیکھا
 میں نے زہرا و پمیر کو کھلے سر دیکھا
 جس گھڑی دست علی میں در خیر دیکھا
 زخمی جب بر چھپوں سے سینہ اکبر دیکھا
 ایسا ماہر نہیں کوئی تہہ خنجر دیکھا

کہا چلا کے یہ زہرا نے کہ ہے مے مال
بعد قبل شد دیں شور یہ تھا شہر بہ شہر
رور و چلاتی تھی زینب کہ دو ہا کی بابا
سخت جاں کھتی ہوں کہتی تھی یہ بنتِ زہرا ق
مال و اسباب لٹا بیڑیاں عابد کے پڑیں
ہائے میں ہونہ گئی کور کہ ان آنکھوں سے
ایک سا حال زمانے کا نہیں بتا انیس

خلقِ شہیر جو زیرِ دم خنجر دیکھا
ہم نے کہنے کو محمد کے کھلے سر دیکھا
مجھ کو سب نے سر باز رکھتے سر دیکھا
خلق پر شاہ کے چلتے ہوئے خنجر دیکھا
آتشِ ظلم سے پھر جلتے ہوئے گھر دیکھا
سر ترا نیرِ خولی پہ برادر دیکھا
نقل ب فلک بدیسر مکرر دیکھا

۴۲

مجرئی مدتے ہوں اس درگاہ پر
خاصگانِ کبریا ہیں پنخستن
بخشش و ہمت عطا و عدل و داد
ندتوں بھٹکا پھر احقر جری
چہرہ اکبر سے کیا تشبیہ و وں
جب چلے شہ بہر استقبالِ حُر
حُر نے بیٹے سے کہا اے نورِ عین
چاہ پیا سے تک نہیں آتا کبھی

فوق ہے جس کے گدا کو بشتا ہ پر
ہے آسمان بندہ کا بشتا ہ پر
ختم ہے آلِ رسول اللہ پر
بل گئی جنت جب آیا راہ پر
جھانکیاں ہیں صاف روئے ماہ پر
غل تھا مدتے سیرِ ذی جاہ پر
سر کو رکھ دے چل کے پائے شاہ پر
دوڑ کر جاتا ہے پیا سا چاہ پر
طعنہ زن تھا روئے روشن ماہ پر
حضرتِ یوسف کھڑے ہیں چاہ پر

جب سرِ بیڑا سلم آئے علی
کہتی تھیں پریاں سیماں کی قسم

جب بندھا سہرا تو قاسم نے کہا
شاہ کہتے تھے کہ فانی ہے جہاں
مال کیا ہے گر کوئی مانگے تو ہسم
دھوپ میں رو کی جو حضرت نے سپر
پایس فاقہ بکیسی ایذا سے قید
اشہ بے سریرا تھا قبلہ رو
طاثران کر بلا و نینوا
اہل دنیا سے نہیں مطلب انیس

موت ہنستی ہے ہمارے بیاہ پر
لوگ کیوں مرتے ہیں حب جاہ پر
جان دیتے ہیں خدا کی راہ پر
آگیا بدلی کا ٹکسٹرا ماہ پر
ظلم تھے آل رسول اللہ پر
نی دھوپ تھی خیر النساء کے ماہ پر
سایہ شہپر کئے تھے شاہ پر
یاں توکل ہے فقط اللہ پر

یوں فلک ہے روضہ شبیر عالی جاہ پر
خضر قرباں ہیں سلوک حیدر زیجاہ پر
احمد مرسل نے دنیا میں جو کی فاقہ کشی
حضرت یعقوب کی اُفت کی قدر اس م کھلی
نقش پائے شاہ سے تشبیہ دیتے ہم ضرور
قبر میں نہ تخت اس کا ہے نہ اس کا بوریا
ہاتھ وہ ہیں بند جو ہوئیں نہ امر خیر میں
سارقوں نے سن لئے مضمون مولود علی
عیب بینوں میں ہنر کوئی نہیں جزا اعتراض

اے سلامی ہے کلف جس طرح روئے ماہ پر
پھر نہ بھٹکا وہ جسے لائے خدا کی راہ پر
رزق ہر مکن کا واجب ہو گیا اللہ پر
کھینچ کر یوسف کو جب لائے برادر چاہ پر
گر نہ ہوتا جھائیوں کا عیب روئے ماہ پر
ڈھیر مٹی کا برابر ہے گدا و شاہ پر
پاؤں وہ ہیں جو چلے جائیں خدا کی راہ پر
اب کنڈیں پھینکتے ہیں قصر بیت اللہ پر
شر کیے معترض اب ہوں گے بیت اللہ پر

فقر کی نعمت کا میں بھوکا ہوں یا شکل کشا
دولت اس کو دی قناعت کی تو اس کو زودیا
افت یوسف زلیخا کو ہمیں عشق علی
تخت سلطان سے بھی بالا تر ہے اس کی بویا
آدم و جن و ملک و خور و پری شمس و سمر
ابروؤں پر شہ کی کیا زیبا ہے نورانی جہیں
کہتے تھے قاسم کوئی ہم سا نہیں حسرت نصیب
رن سے جو بھاگانہ جھپٹے اس حضرت جنگ میں
ہر جگہ پریاں پہ پریاں تھامری پر تھی سری
لاشہ شہر عریاں تھا تو صحرا کے طیور
حب حیدر چاہیے کیسی خطا کیسے گناہ
فکر کا ہے کی ہے کیا دنیا سے جاؤ گے انیس

(۲۴)

سنبل تر ہے پریشاں زلف اکبر دیکھ کر
اب ہو جائے گا حسنِ روئے اکبر دیکھ کر
پیش خالق سب میں کیسا شک و غافل نہ کر
صرہ خاکِ شفا سے یوں کھلا تربت میں دل
کی رسانی بختِ حُر نے جبے پہنچا پٹہ کے پاس
کٹ گیا ہے ماہِ تاباں روئے انور دیکھ کر
سامنے آئینہ لانا اے سکندر دیکھ کر
آپ کو کم دیکھ کر اوروں کو برتر دیکھ کر
جس طرح بلبل ہو بالیدہ گل تر دیکھ کر
آگیا خود راہ پر جنت کا رہبر دیکھ کر

جب چلی اعدا پہ تیغ شہ پکا سے جبرئیل
 خلد میں یاد آئی جب عباس کو بچوں کی پائیں
 خم ہوئی شہ کی کمر ہاتھوں کی طاقت گھٹ گئی
 خاک پر بیدم پڑے ہیں سب عزیز واقربا
 حشر سمٹھا اہل حرم میں وقت قتل شاہ دیں
 کر بلا کو ہند سے جاتے اگر ہم اے نیست
 یا حسین ابن علی خادم کے شہر دیکھ کر
 رو دیا اس با وفائے سچے کو شہر دیکھ کر
 دونوں شانوں سے قلم دستِ برادر دیکھ کر
 روتے ہیں شبیر لاشوں کو برابر دیکھ کر
 روتے تھے دشمن بھی شہ کو زیرِ خنجر دیکھ کر
 شاد ہو جاتے وہ صحراے منور دیکھ کر

(۲۵)

ہر چشم ہے مجرا کی دریا کے برابر
 زینب نے کہا زن سے مے لا ڈلے آئے
 اکبر کا ادب کیوں نہ کروں کہتے تھے عباس
 بابا سے جو پھڑی تو ہوئی پھر نہ ملاقات
 سجادِ حزیں کہتے تھے بہتر تھا جو بستی
 پڑھتے تھے رجزیوں شہِ مظلوم دمِ حرب ق
 سلطانِ سلامت کے میں کا ندھے پہ چڑھا ہوں
 ماں فاطمہ زہرا سی ہے عالم میں کسی کی
 کہتی تھی سکینہ کہ ملے تھوڑا سا پانی
 زینب نے کہا شمر نہ ہاتھ اس کو دگنا
 دیر اس کے کرم کی ہے انیتں جگر افگار
 ہے اشک ہراک گوہر بختا کے برابر
 زخم تبر و تیرو سناں کھا کے برابر
 فرزند بھی آقا کا ہے آقا کے برابر
 دکھیا ری نہ ہوگی کوئی صغرا کے برابر
 جنگل میں مری قبر بھی بابا کے برابر
 جا جا کے صفِ شکر اعدا کے برابر
 رتبہ ہے مرا عرشِ معلّٰی کے برابر
 بابا ہے کسی کا مرے بابا کے برابر
 قطرہ بھی ہے اس پائیں میں دیا کے برابر
 ہے میری ردا چادرِ زہرا کے برابر
 ادنیٰ ابھی ہو جاتا ہے اعلا کے برابر

قلب کے جلتے ہی جا پہنچا دھواں بالائے سر
 روزِ عاشورہ ہے اس صوب میں پایے حسین
 عشقِ خالق تھا جو حضرت نے شہادت کی قبول
 کہتے تھے سرورِ زمیں سے ہم نہ سرکائیں قدم
 واہ رے رُتے بکلتے تھے جو گھر سے مصطفیٰ
 گھر خراب آبادِ ہستی میں بنانا ہے عبث
 تیغ سے کٹتا تھا جب پایا سا گلا شبیر کا
 حرے شہ بولے شربت کیا تو نے پائے وقتِ گ
 دیکھ یہ وصال ہے زہرا کے دستِ پاک کا
 باغِ دنیا میں نہ پھل پایا تو کچھ کھٹکا نہ کر
 گلشنِ عالم میں سو کر پھر نہ چونکے اے انیس

آتشِ پنہاں ہوئی آخر عیاں بالائے سر
 آفتاب آیا جو بہرِ امتحاں بالائے سر
 ورنہ اُٹھ سکتا ہے یہ بارِ گراں بالائے سر
 گر پڑے وقتِ وغا گر آسماں بالائے سر
 ابر بن جاتا تھا آکر سائباں بالائے سر
 مر کے کیا لے جائے گناہاں مکاں بالائے سر
 باپ پہلو میں کھڑا تھا اور ماں بالائے سر
 ہیں نبی پہلو میں حیدر مدحِ خواں بالائے سر
 باندھتا ہوں میں جسے اے میہاں بالائے سر
 خلد میں طوبیٰ کی ہوں گی ڈالیاں بالائے سر
 بلبلیں کرتی رہیں شورِ فغاں بالائے سر

(۲۶)

کچھ اور جزِ سخن نہیں اہلِ سخن کے پاس
 مجرانی گھر ملے گا امامِ زمن کے پاس
 محس کو فشا قبر کی دہشت ہو قبر میں
 کہتے تھے دیکھ کر لبِ دندانِ شہ کو لوگ
 شہ یڑھ چکے جو عقدِ نو آئے سلام کو

مجرانی کیا زباں کے سوا ہے ہن کے پاس
 ہوتا ہے آشیانہ بلبلیں چمن کے پاس
 آنسو ہمارے ساتھ ہیں صرہ کفن کے پاس
 سمرنِ دُردن کی ہے نعلِ سیمین کے پاس
 دُلہا کے پاس موت زندا پا دوہن کے پاس

قاسم جو مر گئے تو کہا شہ نے اے بہن
 نہ زیب یہ بولیں گی ہوں سداقتے میں اپنے لال
 سمجھے یہ سب کہ خون و محمد ہوئے شہید
 پندائی بانو دیکھ کے افسر کی قبر کو
 صفرا یہ بولی آیا نہ اب تک جواب خط
 سو فار جس کا تر نہ ہو خون حسین سے
 دریا پہ طرلہ نے لگایا لبوں پہ تیسر
 صدمے سے کانپنے لگے عابکے ہاتھ پاؤں
 سینے پہ بعد مرگ رہیں زائروں کے پاؤں

پہنچی حسن کی آج امانت حسن کے پاس
 بھائی نہیں ہے اس کے سوا کچھ بہن کے پاس
 روتے ہوئے حسین جو آئے بہن کے پاس
 مجھ کو بھی گاڑے کوئی اس گلبدن کے پاس
 کیا نامہ برگیا نہیں شاہ زمیں کے پاس
 ایسا نہ تیر تھا کوئی ناوک فگن کے پاس
 چلو بھی لائے تھے نہ شہ دیں بہن کے پاس
 جس وقت بیڑیاں نظر آئیں رسن کے پاس
 یارب سجدائیں کی ہو کش کن کے پاس

(۱۲۸)

خوشا زمین معلّا زہے فضائے نجف
 جسے خدا سے محبت ہے اس کو کیجے سے
 علی انگوٹھی بھی ویسی ہی تھا نگیں جیسا
 یہ شوق ہے کہ نہ بیدار ہوں قیامت تک
 وہاں قدم کا ہے کیا کام لے ادب تو بہ
 شراب بنتی ہے سرکہ علی کی دہشت سے
 مریض کے لئے اکسیر ہیں یہ دو نسخے
 ادھر سے کوشش کمال ہے اور ادھر کشش

ریاض خلد بھی ہے شائق ہوائے نجف
 جسے ولائے علی ہے اُسے ولائے نجف
 نجف برائے علی تھا علی برائے نجف
 جو خواب میں کبھی نقشہ مجھے دکھائے نجف
 سرورک چلنے کے قابل ہیں کوچہ ہائے نجف
 یہ انقلاب نہ دیکھا کہیں سوائے نجف
 غبار مرقد شبیر اور ہوائے نجف
 انیس ہم نہ رہیں گے کہیں سوائے نجف

شہ کو ر لایا مجرئی اعدا نے یاں تلک
 کیا شہ کو اپنے نانا کی اُمت کا پاس تھا
 یوں غازی ہنتے جاتے تھے مقتل کو جس طرح
 کہتے تھے شہ حرم سے کہ اس طرح رویو
 کہتا تھا شمر ہوئے گی راحت مجھے کمال
 سینہ سپر کئے رہے عباس وقت جنگ
 عباس خاک پر جو گرے تھے کٹا کے ہاتھ
 مسلم کے لاڈلوں کی اجل تھی جو سدا راہ
 شہ پر سپر فدا ہوئے کھا کھا کے تیغ و تیر
 صفرا یہ کہتی تھی کہ مری جان جاتی ہے
 وعدے نے طول کھینچا تو صفرا یہ کہتی تھی
 فضلہ سے بانو کہتی تھی اکبر سجا کے کہہ
 شہ منہ کو دیکھ دیکھ کے اکبر کہتے تھے
 اصفربوئے شہید تو اعدا سے بولے شاہ
 شبیر کو نہ چین ملا بعدِ قتل بھی
 سجاد رو کے مقتل شہ پر یہ کہتے تھے
 جس نے بہار دیکھی ہو باغِ رسول کی

فریادِ اہل بیت گئی لامکاں تلک
 شکوے کا حرف دل سنا آیا نہاں تلک
 جائے برائے سیر کوئی گلستاں تلک
 باہر کوئی سُنے نہ صدائے فغاں تلک
 پہنچے گارنج سبطِ نبی کو جہاں تلک
 آنے دیئے نہ تیر شہ انس و جاں تلک
 پہنچی تھی سیلِ خون کی آبِ واں تلک
 دوڑے و لے پہنچ نہ سکے کارواں تلک
 کیا جانقشاں تھے طفل سے لیکر جواں تلک
 پہونچا دے اب تو کوئی مجھے باباں تلک
 اکبر کے راہ آنے کی دیکھوں کہاں تلک
 صدقے گئی کھڑے کھڑے ہو جاؤ ماں تلک
 اپنی تو زندگانی ہے اس نوجواں تلک
 سبطِ نبی ظلم کرو گے کہاں تلک
 پہنچوں سہا تھ کاٹ گیا سار باں تلک
 آئی نہ کس لئے اجل اس ناتواں تلک
 اس کو تو خارِ خار ہے جینا خزاں تلک

خیمہ جلاتو کہتے تھے عابد کہ تپ میں بھی
 ہماری تھا اس قدر کہ لعیں لے نہ جاسکے
 تھیں بیڑیاں بھی گوشت میں پیوست ہو گئی
 دو نہریں آنسوؤں کی بہا کرتی تھیں مدام
 زنداں میں روزِ ماں سے سکینہ یہ کہتی تھی
 آکر سنا جو ہند نے زینب سے شہ کا حال
 دیکھیں گے ہم بھی روضہ شبیر کو انیس

(۳۰)

ضبطِ گریہ ماتم سرور میں ہو سکتا نہیں
 رات اندھیری پرش اعمال ایدائے فشار
 کارِ ذاتی میں ہیں عاجز کار سازانِ جہاں
 کہتے تھے حضورِ مشرق میں مغرب میں مریں
 شاہ کہتے تھے یہ دنیا بھی ہے عبرت کی جگہ
 بیبیوں کی گود میں بیٹھے ہیں سب سہمے ہوئے
 نظم ہے یہ یادِ شہوار کی لڑیاں انیس

سر جھکا کر بیٹھ مجلس میں جو رو سکتا نہیں
 قبر میں بھی چین سے انسان سو سکتا نہیں
 گرد اپنے منہ کی پانی آپ دھو سکتا نہیں
 دوستوں کے ہم نہ کام آئیں یہ ہو سکتا نہیں
 مر گیا بیٹا جواں اور باپ رو سکتا نہیں
 کوئی بچہ شمر کی دہشت سے رو سکتا نہیں
 جوہری بھی اس طرح موتی پر رو سکتا نہیں

(۳۱)

مرا رازِ دل آشکارا نہیں
 وہ گل ہوں جدا سب سے جس کا رنگ
 وہ دریا ہوں جس کا کنارہ نہیں
 وہ بو ہوں کہ جو آشکارا نہیں

وہ پانی ہوں شیریں نہیں جس میں شور
 بہت زوالِ دُنیا نے دیں بازیاں
 فقیروں کی مجلس ہے سب سے جدا
 سکندر کی خاطر بھی ہے سدِ باب
 جہنم سے ہم بے قراروں کو کیا
 پھرے دوست جب ہو گئی قبر بند
 گئے پہنے نعلین واں مصطفیٰ
 گرے ڈوگمگا کر زمیں پر حُشیں
 ترے صبر کے میں فدا یا حُشیں
 کسی نے تری طرح سے لے آئیں
 وہ آتش ہوں جس میں شرار نہیں
 میں وہ نوجواں ہوں کہ پار نہیں
 امیروں کا یاں تک گزارا نہیں
 جو دارا بھی ہو تو مدارا نہیں
 جو آتش پہ ٹھہرے وہ پارا نہیں
 کھلا اب کہ کوئی ہمارا نہیں
 فرشتے کا جس جا گزارا نہیں
 فرس سے کسی نے اتارا نہیں
 چھری کے تلے دم بھی مارا نہیں
 عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

(۳۲)

سلامی کی حسرت کا چارا نہیں
 عجب منزلِ بیکسی ہے لُحْد
 غمِ شاہ سے گلشنِ دہر میں
 یہ گویا ہوئی شاہ کی دُورِ فقر و
 حضوَران پہ کرتے ہیں لطف و کرم
 علی کی قسم کیجئے اب علم
 وہ دریا ہوں جس میں دو عالم ہو غرق
 امامِ زماں آشکارا نہیں
 کسی کو کسی کا سہارا نہیں
 گویاں کس گل کا پارا نہیں
 کہ اعدا کے طعنے گوارا نہیں
 ذرا جن کو تم سے مدارا نہیں
 تھمتل کا اب کو مجھ کو یا را نہیں
 کنا سے کا میرے کنارا نہیں

وہ آتش ہوں سیما ب ہیں اہل شر
 مجھے فاطمہ سے خجاست نہ ہو
 جواب ان کو کیا دوں گی پوچھیں گی جب
 کہا شہ نے یہ سب سبھی پر ہمیں
 کہا شمر نے حر سے ہنگام جنگ
 خلیفہ سے پھر کر نہ جا سوائے شاہ
 ادھر سیر پانی سے ہیں سب دلیر
 یہی وقت اخذ زر و مال ہے
 وہ غصے سے بولا کہ بس بس خموش
 سر و جان و تن مال و فرزند و زن
 کنار کیا شہ نے دریا سے جب
 ندائے غلی آئی اے حر یہ کہہ
 علی دیں گے بھر بھر کے کوثر کے جا
 مبارک ہمیں خلد تجھ کو سقر
 ہوئے قتل اکبر تو دل میں کہا
 مرقع شہیدوں کا سب ہے مگر
 ندا دی کبھی رو کے سوئے فلک
 کبھی آم کی رکھ کے سینے پہ ہاتھ

کبھی قسائم التار پارا نہیں
 بس اب دیر مجھ کو گوارا نہیں
 سر شمر تو نے اتارا نہیں
 کوئی جد کی امت سے پیارا نہیں
 شجاعوں کو لازم کنارا نہیں
 مجھے تیرا نقصاں گوارا نہیں
 ادھر بوند بھر کا سہارا نہیں
 پھر آنے کا یہ دن دوبارا نہیں
 کہ اب ضبط کا دل کو یارا نہیں
 کوئی ابن زہرا سے پیارا نہیں
 ہمیں کیوں مناسب کنارا نہیں
 تجھے حال غیب آشکارا نہیں
 کسی کا وہاں کچھ اجارا نہیں
 وہ تیرا نہیں یہ ہمارا نہیں
 حسین اب تمہارا گوارا نہیں
 شبیہ بنی آشکارا نہیں
 ستارے ہیں سب ستارا نہیں
 دلا درد کا اپنے چارارا نہیں

پکارے کبھی لے کے اکبر کا نام
 کبھی نہرے یوں مخاطب ہوئے
 کہاں زخم کھایا کدھر گر پڑے
 کلیجے میں شاید زیادہ ہے درد
 ملی جبکہ لاشیں پسر بولے شاہ
 گرے شہ تو دیکھا زمین صاف ہے
 کہا دل میں کس نے یہ جھاڑا مکاں
 ندائی داری تر دود ہے کیا
 ہزاروں جراحت ہیں اور اک بدن
 غضب تھا جوان زخموں میں چھتے خار
 مکاں کون گنج شہیداں میں ہے
 سکینہ پکاری بندھا جب گلا
 وہ بولے بندھے ہیں مے ہاتھ بھی
 چلو کر بلا بے تر دودانیتس
 مری جان رُوٹھو خدا را نہیں
 کہ تجھ میں تو موتی ہمارا نہیں
 نشان قتل گہ میں تمھارا نہیں
 کہ بابا کو اب تک پکارا نہیں
 کوئی زیست کا اب سہارا نہیں
 کہیں خار و خس آشکارا نہیں
 کوئی دوست باقی ہمارا نہیں
 کہیں ماں کو تم سے کنارا نہیں
 کوئی عضو ثابت تمھارا نہیں
 ترا بال بیسکا گوارا نہیں
 کہ بالوں سے میں نے بہارا نہیں
 اخئی اب تختل کا یارا نہیں
 بہن کیا کریں بس ہمارا نہیں
 پئے کارِ خیر استخارا نہیں

(۳۳)

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں
 مثل بوئے گل سفر ہو گا مرا
 ماتم سجاد میں بیمار ہوں
 وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
 کس گل تر کے گلے کا بار ہوں
 بلبلیں دم بھر جدا ہوتیں نہیں

عالم پیری میں اے کون پاس
 برکس و ناکس سے جھکنے کا نہیں
 اے زمیں مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
 شہ کو عرضی میں یہ صُغرا نے لکھا
 شام سے گنتی ہوں تارے تا سحر
 شربت دیدار ہے میری دوا
 بولا حُر لا پلج دیا جب شہر نے
 پھر فدا ہونے کی حسرت ہو مجھے
 مجھ کو بہکاتا ہے اوشیطانِ خالق
 چھوڑ کر کہے کو آؤں سوئے دیر
 کہتے تھے عباسؑ اے فوج یزید
 میرا آقا ہے حسین ابن علی
 زور جعفر کا مرے بازو میں ہے
 کون ہے کونین میں مجھ سا جری
 کاٹ ڈالوں گا سرِ اعدائے دیں
 کہتے تھے اعدائے حضرت قتیبہ جنگ
 میں چڑھا ہوں مصطفیٰ کے دوش پر
 خرمین ہستی ابھی ہو جل کے خاک
 اے عصا گرتی ہوئی دیوار ہوں
 ہمدوم میں تیغ جو ہر دار ہوں
 آسماں کا طرہ دستار ہوں
 ق ر ح س م کیجئے طالب دیدار ہوں
 صورتِ مہتاب شب بیدار ہوں
 اے مسیحاے زماں بیمار ہوں
 ق میں نشانِ ستید ابرار ہوں
 شاہ پر صدقے اگر سو بار ہوں
 تو ہے غافل اور میں ہشیار ہوں
 نور ہو کر پھر شریکِ نار ہوں
 ق میں غلامِ سید ابرار ہوں
 ابنِ زہرا کا علمبردار ہوں
 جنگ کرنے کے لئے تیار ہوں
 صفِ شکن ہوں صفِ در و جرار ہوں
 ذوالفقارِ حیدرِ کزار ہوں
 ق و ر شہ دارِ حیدرِ کزار ہوں
 میں شبابِ خلد کا سردار ہوں
 برقِ قہرِ حضرتِ قہسار ہوں

بنت احمد کا پیا ہے میں نے شیر
 پہلے حملے میں اُلٹ دوں فوج کو
 پنج میں ہے اُمتِ جد کا قدم
 کہتی تھی تیغِ علی یا شاہِ دیں
 سب کو کر دیتی ہوں فرشِ اک آن میں
 میں نے کاٹے ہیں پر رُوحِ الایں
 چار آئینہ ہو بر میں یا زرہ
 کیا کروں اے خاصِ آلِ عبا
 کہتے تھے عابد اُٹھیں کیونکر قدم
 زم بدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو
 میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار
 کہتی تھیں زینب دو ہانگی یا علی
 سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں پرانیس
 شیر ہوں جستار ہوں گزار ہوں
 ایک دم میں ان صفوں کے پار ہوں
 کیا کروں مجبور ہوں ناچار ہوں
 حکم گردیجے تو آتش بار ہوں
 عرش سے اُتری ہوئی تلوار ہوں
 میں علی کی تیغ جو ہر دار ہوں
 چار کردوں اس کو جس کچا رہوں
 آپ کے اس رحم سے ناچار ہوں
 اے ستمگار و نحیف و زار ہوں
 پاؤں بڑھ سکتے نہیں ناچار ہوں
 کس طرح دوڑوں بہت بیمار ہوں
 سر بر ہنہ میں سر بازار ہوں
 آنکھ میں دشمن کی اب تک خار ہوں

(۱۳۴)

شبیہ امامِ زمان کھینچتے ہیں
 جگہ مولیٰ ہے مزاروں کی خاطر
 بہت ہم کو پیا ہے اک دن تجھے بھی
 قریں سر کے ہے آفتابِ قیامت
 تصویر میں تصویرِ جاں کھینچتے ہیں
 زمیں پر شہِ دیں نشان کھینچتے ہیں
 شکنجے میں اے آسماں کھینچتے ہیں
 لحد پر عبث سا کہاں کھینچتے ہیں

محبت کا رشتہ نہایت ہے نازک
 زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن
 وہ ہیں پہلوں ہم جو قوت دکھائیں
 چڑھے ہیں جوانوں کے زوروں پہ باد
 عجب کیا جو حاسد کا دل ہونشانہ
 سخن ہے اگر باعث تلخ کا می
 ہوا جن کو لگنے نہ دیتی تھی بلبس
 جسے دیکھ کر ہوئے مانی کو حیرت
 انہیں کے لئے زمانے کی تلخی
 نقیروں نے یاں پاؤں پھیلا دیے ہیں
 جھکاتے ہیں سر آستانِ غسلی پر
 نہ ہوگی معفت خالِ رخسارِ شہ کی
 پسینہ نہیں پونچھتے رخ سے حضرت
 غم شہ میں سرگرم ہیں اربسیں تک
 نگیو نہ بدلی سے اے برقِ خاطر
 کہا خرے شہ نے گناہوں پہ تیرے
 زمیندار سیراب ہیں کر بلا کے
 ادھر خشک ہے فاطمہ کی زراعت

مجھے کس لئے قدر ہواں کیپتے ہیں
 وہ کیوں سر کو تا آسمان کیپتے ہیں
 فلک پر سر کہکشاں کیپتے ہیں
 یہ کم زور اتری کساں کیپتے ہیں
 کہ ہم رستہ نہ کہاں کیپتے ہیں
 تو ہم آپ اپنی زباں کیپتے ہیں
 وہی گلِ جناتِ نزاں کیپتے ہیں
 وہ تصویرِ زمیں بیاں کیپتے ہیں
 بڑے رنج شیریں زباں کیپتے ہیں
 عبث ہاتھ اہل جہاں کیپتے ہیں
 سرِ فخر تالا مکاں کیپتے ہیں
 یہ خفتِ عبث نکتہ داں کیپتے ہیں
 گلابِ گلِ ارغواں کیپتے ہیں
 یہ چلہ ہمیں اے کہاں کیپتے ہیں
 حسین آہِ آتش فشاں کیپتے ہیں
 خطِ غفر اے میہماں کیپتے ہیں
 اذیتِ اسامِ زماں کیپتے ہیں
 وہ کھیتوں میں آبِ واد کیپتے ہیں

کہا شہ نے ہشیار اے قوم ناری
 بہت باش دنیا کے کانٹوں میں اوجھے
 عبث ہیں عدد درپے قتلِ اصغر
 پکاری سکینہ دو ہائی ہے بابا
 کٹی جاتی ہیں گردنیں بیبیوں کی
 عجب حال ہے دخترِ فاطمہ کا
 یہ ایذا ہے فرقت کی کہتی تھی صفرا
 قدم بیڑیوں میں ہیں رستی میں بازو
 تپ غم کی شدت سے کہتے تھے نابہ
 سبک باری امتِ بد کی خاطر
 لکھیں کس طرح ناتوانی عابد
 قلم یوں ہے کاغذ پہ کھم کھم کے چلتا
 کہا رو کے اکبر نے اے درد کھم جا
 دکھا دوں زمینِ نجف کی بلندی
 انیس اس زمیں میں بہت کم ہے مسرت
 ہم اب تیغِ آتش فشاں کھینچتے ہیں
 بس اب بے ست سوئے جہاں کھینچتے ہیں
 یہ ایذا کہیں بے زباں کھینچتے ہیں
 ستم گر مری بایاں کھینچتے ہیں
 رسن کو جو ایذا رساں کھینچتے ہیں
 ردا سر سے ایذا رساں کھینچتے ہیں
 کہ رگ رگ سے جس طرح جاں کھینچتے ہیں
 یہ دکھ عسا بد ناتواں کھینچتے ہیں
 عجب سختیاں استخواں کھینچتے ہیں
 نغینہ میں بار گراں کھینچتے ہیں
 جو بیتیں پئے امتحاں کھینچتے ہیں
 قدم جس طرح ناتواں کھینچتے ہیں
 کلجے سے بابا سناں کھینچتے ہیں
 بہت آپ کو آسماں کھینچتے ہیں
 کیتِ قسَم کی عمتاں کھینچتے ہیں

(۳۵)

نمود و بُود کو عاقلِ حساب سمجھے ہیں
 وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں
 بنی کا عز و شرف بو تراب سمجھے ہیں
 علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہیں

علی کا رتبہ اعلیٰ کوئی نہیں سمجھا
 کبھی بُرا نہیں جانا کسی کو اپنے سوا
 کریم مجھ کو عطا کر وہ فقر و دنیا میں
 بھگلو کے کھاتے ہیں پانی میں نان خشک کو وہ
 ارے نہ آئیو دنیا کے لوں کے دھوکے میں
 نہ مانہ ایک طرح پر کبھی نہیں رہتا
 یہ اشکِ تاک ہے کہتے ہیں جس کو آبِ طرب
 شباب کھو کے بھی غفلت ہی ہے پری میں
 اب تو تراب کے در کا ہے ذرہ بے قدر
 کہاں یہ مشکِ ختم اور کہاں حسین کی لُف
 عجب نہیں ہے جو شیشوں میں بھر کے لے جائیں
 جسکان میں سر کو نہ کیونکر عراق کے فصحا
 سدا یہ دھوپ میں آتی تھی شہ کے لاشے سے
 خدا کی راہ میں ایذا سے جن کو اُلفت ہے
 حسین پیاس میں منہ کھولتے ہیں فوج کے وقت
 انیس مغل و دیبا سے کیا عنسریہوں کو
 خدا کے بعد رسالت مآب سمجھے ہیں
 ہر ایک ذرے کو ہم آفتاب سمجھے ہیں
 کہ جس کو فخر رسالت مآب سمجھے ہیں
 اس آبر و کو جو موتی کی آب سمجھے ہیں
 مراب ہے یہ جسے موج آب سمجھے ہیں
 اسی کو اہل جہاں انقلاب سمجھے ہیں
 یہ خونِ گل ہے جسے سگلاب سمجھے ہیں
 سحر کی نیند کو بھی شبِ خواب سمجھے ہیں
 ہم آسماں پر جسے آفتاب سمجھے ہیں
 یہ موشگاف خطا کو صواب سمجھے ہیں
 ان آنسوؤں کو فرشتے گلاب سمجھے ہیں
 سوالِ شاہ کو سب لاجواب سمجھے ہیں
 کہ سہل ہم تپشِ آفتاب سمجھے ہیں
 زمین گرم کو وہ فرشِ ثواب سمجھے ہیں
 چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہیں
 اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہیں

(۳۶)

رنجِ دنیا سے کبھی چشمِ اپنی نم رکھتے نہیں
 جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں

کر بلا پہنچے زیارت کی ہیں پر داسے کیا
 صورتِ محراب خم ہو کر بصد عجز و نیاز
 در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
 دیکھنا کل ٹھوکریں کھاتے پھر ننگے ان کے سر
 جو کئی ہیں مال دنیا سے ہیں خالی ان کے ہاتھ
 جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تری سرکاسے
 ایک کشکول تو کل ایک نقد جاں ہے پاس
 نقد جاں تک دیکھے ہم جاتے ہیں اس وقت کوچ
 دیوات و خامسہ ملک فصاحت کا نشان
 زور سے اس کے لیا ہے ہم میدان سخن
 کہتے تھے انداکہ بچے بھی علی کے شیر ہیں
 کہتی تھیں انڈیں کسے لوٹو گے آکر ظالمو
 فقر و فاقہ میں ہمیشہ ہو گئی سب کی بسر
 یہ مکاں محبوب حق کا ہے نہ آنا اس طرف
 چادریں جب پھینیں انڈوں کی تو عائنہ کہا
 کہتے تھے سجاد کھنچ سکتی نہ تھیں جب بیڑیاں
 اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں
 سر نہ رکھیں گر تو منبر پر قدم رکھتے نہیں
 سر جہاں رکھتے ہیں سب و ان قدم رکھتے نہیں
 آج نخوت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں
 اہل دولت جو ہیں نہ دستِ کرم رکھتے نہیں
 ہم ہیں صابر کچھ خیال بیش و کم رکھتے نہیں
 ہیں غنی دل کے کوئی دام و درم رکھتے نہیں
 عاریت جو شے ہو اس کو پاس ہم رکھتے نہیں
 کون کہتا ہے کہ ہم طبل و علم رکھتے نہیں
 اور نیزہ ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں
 جب بڑباتے ہیں تو پھر کھچے قدم رکھتے نہیں
 سیم و زرشبیر کے اہل حرم رکھتے نہیں
 ان رواؤں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں
 بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں
 کچھ حیا و شرم یہ اہل ستم رکھتے نہیں
 کیا کروں اس بوجھ کی طاقت قدم رکھتے نہیں

مرثیہ اکُن میں کیا اب کہہ کے اٹھو گے نہیں

ہاتھ سے کیوں آج قرطاس و قلم رکھتے نہیں

شبیر کے غنیم میں رو رہے ہیں منہ آب گہر سے دھو رہے ہیں
گندم گندم سے جو سے جو ہے کاٹیں گے وہی جو جو رہے ہیں
بے رنج ہیں خفتگانِ مرقد کیسی راحت سے سو رہے ہیں
بے آب ہے شہ کو تیسرا دن اعدا سیراب ہو رہے ہیں
بیڑا اُمت کا تھا منے کو اپنی کشتی ڈبو رہے ہیں
اکبر سے پسر کو دی ہے رخصت اپنی دولت کو کھو رہے ہیں
محبوب خدا کے تن کے کپڑے اعدا خون میں ڈبو رہے ہیں
روتے نہیں بزم میں گنہگار فردِ عصیاں کو دھو رہے ہیں
سے سلکب گہر یہ رشتہ نظم کیا کیا موتی پر رہے ہیں
بہتا ہے انیس خون انصاف مضمون مرے قتل ہو رہے ہیں

السلام لے لحدِ اقدس و اعلائے حسین مہبطِ نورِ خدا طورِ تجلائے حسین
مرکزِ دائرہ دیں شرف کون و مکان قبلہِ عالمیاں منزل و ماوائے حسین
لوہِ قرآن میں آئینہ صدق و صفا ذوالعطا عرشِ خدا خاکِ کفِ پائے حسین
عرش سے آ کے ملک ہوتے ہیں مجلس میں شریک اے خوشا مرتبہ بزمِ معلائے حسین
یہی بخشش کا وسیلہ ہے یہی راہِ نجات فرض ہے اُمتِ احمد یہ تولائے حسین
مالکِ نور تھے دنیا میں سدا مثلِ علی پارہِ نان و نمک تھا من و سلوائے حسین

کو نفی چشم ہے جاری نہیں جس سے آنسو
ہند میں ہوں پہ شہرے روزِ دُعا ہے یہ نہیں
کو نسا دل ہے کہ جس دل میں نہیں جائے حسین
قبر ہو متصل قبرِ معلّٰے حسین

(۳۹)

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینوں کو
پڑھیں درود نہ کیوں دیکھ کر حسینوں کو
لحد میں سکتے ہیں چھوڑا ہے شہرِ نشینوں کو
بشر کو چاہئے دنیا میں اس کے حُسن سے عشق
یہ جھڑپاں نہیں ہاتھوں پہ ضعفِ پیری نے
لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
بھلا تر دہ بجائے اس میں کیا حاصل
مزا یہ طرفہ ہے مضمون تو دستیاب نہیں
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سُست
دہانِ کیسے زرِ بند رکھ پر اے منعم
یہ غل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسینؑ
بجائے اس لئے اکبر سے تھا حسین کو عشق
فلک پہ جب ہوئی آوازِ ارکب و دم صبح
علم لئے ہوئے عباس نکلتے خیمے سے
حسین جاتے ہیں بہرِ نبرد میدان میں
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو
خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینوں کو
قضا کہاں سے کہاں لے گئی مکینوں کو
کہ جس نے خلق میں پیدا کیا حسینوں کو
چنا ہے جائے اصلی کی آستینوں کو
خبر کر دے خرمن کے خوشہ چینیوں کو
اٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو
مقابلے پہ چڑھا ہے ہیں آستینوں کو
ہمز عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینیوں کو
خدا کے واسطے واکز جہیں کی چینیوں کو
جڑا ہے ایک انگ کو ٹھہی پہ دو نگینوں کو
کہ دوست رکھتا ہے اللہ بھی حسینوں کو
تو غازیوں نے رکھا مرکبوں پہ زینوں کو
چڑھا لیا علی اکبر نے آستینوں کو
چڑھا لے مثلِ یٰ اللہ آستینوں کو

دگادغا میں ٹپکنے لہو جو قبضے سے
 غضب ہے اہل ستم جا میں اس میں دراز
 نظر میں پھرتی ہے وہ تیرگی وہ تنہائی
 خیالِ خاطر احباب چاہئے ہر دم
 چڑھا لیا شہ والا نے آستینوں کو
 جس آستان پہ ملائک رکھیں جبینوں کو
 سعد کی خاک بے سرمہ سال بینوں کو
 انیس ٹھیس نہ لگ جائے آگینوں کو

(۴۰)

سلامی کہتے تھے اعداؤ زینب کو
 جلا کے خاک کرو جلد خیمہ ہائے حسین
 حسین امام کو جس سے کیا ہے ن میں شہید
 نہ نکلے دختر زہرا جو خیمے سے باہر
 رداجو آپ سے دیوے نہ دختر زہرا
 حسین جیتا نہیں جو حمایت اس کی کسے
 پھڑکے لائے ہیں خیمہ شکن کی بیستی کو
 وہ بنتِ فاطمہ افسوس جس کے حق میں حسین
 ہمارا نام لو بیٹوں کو گر وہ روتی ہو
 برہنہ سر جو پڑی خاک پر تر پتی ہو
 جو بنتِ فاطمہ کو ڈھونڈیں لوٹنے والے
 ہمارے پیچھے نہ میداں میں وہ چلی آئے
 سراپنا پیٹ کے مر جائے گی بہن میری
 سر حسین سناں پر دکھاؤ زینب کو
 برہنہ سر سر آشتر بٹھاؤ زینب کو
 وہ خوں بھرا ہوا خنجر دکھاؤ زینب کو
 پھڑکے ہاتھ ابھی کھینچ لاؤ زینب کو
 برہنہ تیغ دکھا کر ڈراؤ زینب کو
 ستا یا : اے جہاں تک ستاؤ زینب کو
 یہ کہہ کے شام میں در در پھراؤ زینب کو
 حرم سے کہتے تھے سمجھا کے لاؤ زینب کو
 اٹھا بٹھاؤ اگر غشش میں پاؤ زینب کو
 ردائے حضرت زہرا اوڑھاؤ زینب کو
 تمہیں یہ چاہئے اس دم بچاؤ زینب کو
 حسین جاتا ہے مرنے چھپاؤ زینب کو
 دکھائیو نہ مرے تن کے گھاؤ زینب کو

صدائے فاطمہ آئی کہ اے مرے شبیر تڑپ رہی ہے گلے سے لگاؤ زینب کو
امام ہوتے تھے زخمی تو کہتے تھے اعدا ق جو خیمے سے نکل آئے ہٹاؤ زینب کو
وہ کہتی تھی درخیمہ پہ بھائی کے بلے خدا کے واسطے نیزے لگاؤ زینب کو
دیا یزید نے جلاؤ کو یہ طیش میں حکم بہ ظلم قتل کرو جلاؤ زینب کو
پکارے اہل حرم رو کے یا شہِ مڑاں یہی ہے وقت مدد کا بچاؤ زینب کو
حسین زخمی ہوئے جب بہت تودل میں کہا پھر ایک بار چلو دیکھ آؤ زینب کو
لپٹ کے لاشہ شہ سے یہ بولی بنتِ علی ق خدا کے واسطے بھیتا بلاؤ زینب کو
بہن کے جینے کا دنیا میں اب مزا نہ رہا پدر سے نانا سے ماں کھلاؤ زینب کو
گلا گٹانے دیا کیوں نہ اپنے بلے مجھے میں تم سے روٹھ گئی ہوں مناؤ زینب کو
جب آئی کوفے کے بازار میں تو چلائی علی کی قبر کا رستہ بتاؤ زینب کو
اُترنے پائی نہ جب اونٹ سے تورو کے کہا تم آ کے قبر سے بابا چھڑاؤ زینب کو
کہا یزید نے جب شمر سے سر دربار ق کدھر ہے دختر زہرا دکھاؤ زینب کو
چھپا کے ہاتھوں سے منہ کو نیولی شہ کی بہن خدا کے واسطے لوگو چھپاؤ زینب کو
لپٹ کے بھائی کی تربت سے بولی وہ رور نہ جاؤں گی میں یہیں چھوڑ جاؤ زینب کو
میں ایک دن کبھی جس بھائی سے جدا نہ ہوئی مزار سے تو نہ اس کے چھڑاؤ زینب کو
انیس اہل حرم میں بپا ہوا محشر کہا جو حاکمِ اعظم نے لاؤ زینب کو

مجرائی فوج یوں تھی شہِ کربلا کے ساتھ ہو جس طرح سے لشکرِ آئیں دعا کے ساتھ

مہجرائی ہے سرورِ دُعا بھی دوا کے ساتھ
 انداک سے عبادتِ بیمار کے لئے
 گردشِ عجب ہے کج قناعت میں بیٹھ رہ
 بنتے ہیں مومنو گہرے بہاؤہ اشک
 پاسِ طرف سے مٹتے ہیں جو بیوقوف ہیں
 ہمراہ آہ سرور ہیں اشکِ گرم بھی
 یوں آہیں کر کے ہم نے جوانی میں کاٹی عمر
 اے رُوح کو چِ خانہٴ تن سے ضرور ہے
 یوں نورِ تنہا رسول کا آدم کے صلب میں
 واجب ہے بعدِ نعتِ محمد علی کی مدح
 کیا باک موجِ بحر سے طوفاں سے کیا خطر
 ہے شاہِ شکستگی دل ہر اک سخن
 کیونچہ رخِ پیر پھر کہیں دیکھے ہیں آج تک
 نانی ٹھنڈائی لاتی تو کہتی تھی فاطمہؑ
 جب زندگی ہو تلخ تو جینے کا کیا مزا
 آیا جو رن میں حر تو پکارا یہ ابنِ سعدؑ
 نرنے کہا کہ دُور ہوا و دشمنِ خُدا
 آتا ہے وہ بھلا کبھی سائے میں بوم کے
 آبِ حیات چاہئے خاکِ شفا کے ساتھ
 اے مسیح صرہ خاکِ شفا کے ساتھ
 رازق نے رزق خلق کیا آسیا کے ساتھ
 مجلس میں جب ہو گریہِ خالص بکا کے ساتھ
 مرد و کبریا ہے عبادتِ ریا کے ساتھ
 بارش کا لطف خوب ہے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ
 جس طرح پیر راہ کرے طے عصا کے ساتھ
 اُلفت نہ اتنی چاہیے مہماں ہوا کے ساتھ
 ہوتی ہے جس طرح سے خبرِ بترا کے ساتھ
 غافل نہ ہو وزیر بھی ہے بادشاہ کے ساتھ
 کشتی مری حسین سے ہے نا خدا کے ساتھ
 کھلتا ہے حالِ کاسہ چینی صدا کے ساتھ
 جیسے حسین جواں تھے شہِ کربلا کے ساتھ
 صحت گئی بہاں سے شہِ کربلا کے ساتھ
 مجھ کو تو کوئی زہر پلا دے دوا کے ساتھ
 ہوتا ہے کیوں تباہ شہِ کربلا کے ساتھ
 تو مغتری کے ساتھ ہے میں مقتدا کے ساتھ
 پایا ہو جس نے اوجِ سعادت ہما کے ساتھ

پہنچا دیا کہاں سے کہاں خضرِ نبی نے
 بہکا نہ تو مجھے کہ نہ پھوڑوں گاراہِ راست
 کہتی تھی ہاتھ مل کے سکینہ کہ ہے غنڈ
 رانڈوں کے منہ چھپانے کو چھٹویں چادریں
 چادر چھینی تو بنتِ ید اللہ نے کھسا
 اللہ ری نا تو اپنی سجتا دراہ میں
 مدحِ حسین کی تو ملا گلشنِ بہشت
 روضے پہ جیتے جی جو نہ پہنچے تو بعدِ مرگ
 ہم مر گئے خلیق کے مرنے سے اے امیت

جاتا ہوں اب بہشت میں فوجِ خدا کے ساتھ
 رستہ کوئی بھی بھولتا ہے رہنا کے ساتھ
 دریا پہ کیوں چلی نہ گئی میں چچا کے ساتھ
 کیا دشمنی تھی شمر کو آلِ عبا کے ساتھ
 اسے جان تو بھی تن سے نکل جاوے کے ساتھ
 ایک اک قدم پہ بیٹھ گئے نقشِ پا کے ساتھ
 پایا سخی کے گہر سے صلہ بھی ثنا کے ساتھ
 جائے گی خاک اُڑ کے ہماری ہوا کے ساتھ
 جینے کا لطف اٹھ گیا اس باخدا کے ساتھ

(۴۲)

سرتختے نیزوں پہ سلامی سرِ شبیر کے ساتھ
 فوج سے شمر و عمر کہتے تھے ہشیار رہو
 رن میں اس درو سے مظلومی بیاں کی شہ نے
 پیشوائی کے لئے آئے نبی جنت سے
 بکھے شہ خیمے سے تنہا تو پکاری زینب
 شہ نے سینے سے جو کھینچا تو یہ بولے قاسم
 شہ نے عباس کا اک ہاتھ علم پر پایا
 کہا صفرانے کہ یہ بھی مری قسمت کا لکھا

بیمبیاں قید میں تھیں زینب دلیگر کے ساتھ
 ہیں جو انانِ عرب حضرتِ شبیر کے ساتھ
 رو دیا ظالموں نے شاہ کی تقریر کے ساتھ
 حُر گیا خلد میں کس عزت و توقیر کے ساتھ
 آج مرنے کوئی جاتا نہیں شبیر کے ساتھ
 نکلا آتا ہے کلیجہ بھی مرا تیر کے ساتھ
 دوسرا ہاتھ ملا قبضہ شمشیر کے ساتھ
 سب جہوں میں ہی نہ ہوں حضرتِ شبیر کے ساتھ

بانو کہتی تھی کہ پیتے تھے مزے لے لے کر
 طوق بھاری ہے یہ اعدا سے کہا عابد نے
 کیا عابد نے سرشاد سے رو کر یہ بیاں
 آپ کے ساتھ گئے بھائی چچا مائے سب
 حق تعالیٰ سے یہی میری تمنا ہے اسی
 کیا محبت تمہیں صغر تھی مے شیر کے ساتھ
 تھا منے والے چلیں طوق گلوگیر کے ساتھ
 قید ہو کر ہوں چلا لشکر بے پیر کے ساتھ
 کوئی ہمدرد نہیں عابد و لگیر کے ساتھ
 حشر کے دن بھی ہوں میں حضرت شہید کے ساتھ

(۳۳)

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے
 مقام یوں ہوا اس کا رگاہ دنیا میں
 طلب سے عار ہے اللہ کے فقیروں کو
 ملا جنہیں انھیں افتادگی سے اوج ملا
 رہی غرور سے نفرت نجمتہ کاروں کو
 کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی
 خرام اسپ شہ ریں سے دینگے ہم تشبیہ
 ملک پکارے کہ اٹھ زمین کا طبقہ
 حسین کہتے تھے واحسرتا علی اکبر
 خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا
 علی نہ پھو لوں کی چادر تو اہلبیت امام
 چلے وطن کو جو عابد تو یہ کہسا رو کر
 خدا کے آگے نجات سے سر جھکا کے چلے
 کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آ کے چلے
 کبھی جو ہو گیا پھیرا صدا دگا کے چلے
 انہیں نے کھائی ہو ٹھوکر جو سراٹھا کے چلے
 قلم کی طرح چلے جب تو سر جھکا کے چلے
 چلے جو راہ تو چوینٹی کو بھی بچا کے چلے
 کہاں ہے کبک ذرا چال تو بنا کے چلے
 حسین فوج پہ جب آستیں چڑھا کے چلے
 بہار باغ جوانی ہمیں دکھا کے چلے
 چلے جہاں سے جو صغر تو مسکرا کے چلے
 مزار شاہ پہ نخت جگر چڑھا کے چلے
 علی کے چاند کو ہم خاک میں ملا کے چلے

تمام عمر جو کی سب نے بے رخی ہم سے کفن میں ہم بھی عزیزوں گمنہ چھپا کے چلے
 انیس دم کا بھروسہ نہیں زمانے میں چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

(۴۴)

ابتدا سے ہم ضعیف و ناتواں پیدا ہوئے اڑ گیا جب نگ رخ سے استخواں پیدا ہوئے
 خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں اس زمیں سے واہ کیا کیا آسماں پیدا ہوئے
 نوبت جمشید و دارا و سکندر اب کہاں خاک تک چھانی نہ قبروں کے نشاں پیدا ہوئے
 جو عدم سے آگیا دنیا میں بولی ہنس کے موت اور لود و چارون کے میہماں پیدا ہوئے
 علم خالق کا خزانہ ہے میان کاف و نون ایک کن کہنے سے یہ کون مکاں پیدا ہوئے
 ہاتھ خالی آئی لاشوں پر شہیدوں کے نسیم پھول بھی اس فصل میں ایسے اگے اگے پیدا ہوئے
 ضبط و میکھوسب کی سُن لی پر نہ کچھ اپنی کہی اس نہاں دانی پہ گویا بے زباں پیدا ہوئے
 جان بڑی حر نے تو حضرت نے دیا باغ ارم میہماں ایسے نہ ایسے میزباں پیدا ہوئے
 بود و نا بود علی اصغر کا کیجے کیا بیاں بیزباں دنیا سے اٹھے بیزباں پیدا ہوئے
 دیکھ کر لاشوں کو حضرت کہتے تھے داغ رہتا موت لے آئی کہاں ان کو کہاں پیدا ہوئے
 یک بیک ایسا زمانے میں ہوا ہے انقلاب قذواں سب اٹھ گئے ناقدر و اں پیدا ہوئے
 احتیاط جسم کیا انجام کو سو پنچواں نیست خاک ہونے کو یہ مشتبہ استخواں پیدا ہوئے

(۴۵)

بین اے مجرئی قاسم کی دولہن کیا جانے بیا ہی اک شب کی رنڈاپے کا چلن کیا جانے
 دم جو گھٹتا تھا تو کہتی تھی یہ کبرار و کر کیوں مجھے چھوڑ گئے ابنِ حسن کیا جانے

رات کو بیاہ ہوا صبح کو کٹوا یا گھا
 چین رستے میں نہ ملتا تو یہ فرماتے تھے شا
 ر و دعوت نہیں کرنے کا پسند ہٹا کا
 شہ نے ملبوس جو مانگا تو یہ زینب نے کہا
 بولے شہ پانی تو ملنا نہیں مرنے کے بھی بعد
 قتل کے وقت یہی کہتے تھے دل سے مسلم
 کہتی تھی پیاس کی شدت میں سکینہ رورو
 زخمی شبیر نے اکبر کو جو دیکھا تو کہا
 داغ اصغر کا کوئی بانو کے دل سے پوچھے
 تیر کے درد کو کیا باپ سے کہتا اصغر
 اہل کیں کہتے تھے ہنس ہنس کے ہیں مرنے جاتے
 کہا زینب نے کہ شبیر سا بھائی نہ رہا
 لاش شبیر پہ نہ ہٹانے کہا رورو کر
 لاش شبیر سے آتی تھی صدا مقتل میں
 دم جو گھٹتا تو یہ کہتی تھی سکینہ رورو
 قید زنداں کی سکینہ مستحمل نہ ہوئی
 عمر بھر دیکھی نہ جس نے نعل و زنجیر کی شکل
 ظلم جب ہوتے تو فرماتے تھے سجاد حزیں

لطف شادی کا بھلا بن حسن کیا جانے
 ہم سا غربت زدہ آرام وطن کیا جانے
 اس عداوت کو وہ سلطان من کیا جانے
 ق زینب تن ہو ملے کیوں خست کہن کیا جانے
 کوئی دے گا کہ نہ دیوے گا کفن کیا جانے
 کیا کریں شاہ سے یہ عہد شکن کیا جانے
 ہوگا تر پانی سے کب خشک دہن کیا جانے
 ہوگا کب تیغوں سے ہوگا مرا تن کیا جانے
 چھد گیا کس کا جگر تیر فگن کیا جانے
 بے زباں ہوئے جو بچہ وہ سخن کیا جانے
 کیا جگر رکھتے ہیں ہفتاد و دو تن کیا جانے
 کیوں سلامت رہی دنیا میں بہن کیا جانے
 قبلہ رد خاک پہ کس کا ہے یہ تن کیا جانے
 کب میسر میں ہوئے گا کفن کیا جانے
 کب کھلے گی مری گردن رسن کیا جانے
 ناز پروردہ غم و رنج و محن کیا جانے
 وہ بھلا سلسلہ و طوق و رسن کیا جانے
 ہم سے برگشتہ ہے کیوں چرخ کہن کیا جانے

باغ چلنے کو کوئی کہتا تو کہتے سجاد
مرغ بے بال بھلا سیرِ چمن کیا جانے
کس طرح قدر تجھے اپنے سخن کی ہو انیس
مرتبہ مشک کا آہوئے ختن کیا جانے

(۴۶)

غم حسین میں رو مچری ثواب یہ ہے
لحد میں دیکھو داغ غم حسین کی ضو
رسول کہتے تھے باز دیکڑ کے حیدر کا
جسے پہنچنا ہو مجھ تک وہ اس سے راہ کسے
حسین کہتے تھے کیونکر رکھوں نہ حر کو عزیز
امام کہتے تھے ہماں تھا حر مگر افسوس
رگڑ کے ایڑیاں قاسم نے وقتِ نزع کہا
بنے کی لاش پہ روئی پکار کر نہ بنی
زمیں کو جھاڑ کے بالوں سے کہتی تھی زہرا
سوالِ خط کیا تھا صدر نے جب شہ نے کہا
سوالِ آب جو کرتے تھے شہ تو دشمن دیں
ملا نہ مالک کو شر کو ایک قطرہ آب
ملک یہ کہتے تھے گردوں پڑے قتل حسین
سوارِ دوش رسولِ خدا کی چھاتی پر
صنائیِ حسن کی اکبر کے دیکھ بولے عدو
بجھ نہ اشک کو اشک اب درِ خوش آب یہ ہے
زوال جس کو نہیں ہے وہ آفتاب یہ ہے
خزینہ علم کا تو میں ہوں اور باب یہ ہے
خطا کے اور میں رستے رہ صواب یہ ہے
خدا گواہ کہ لاکھوں میں انتخاب یہ ہے
ضیافت اس کی نہ کچھ ہو سکی حجاب یہ ہے
عدم کے ہیں سفری اپنا پاتر اب یہ ہے
حیا و شرم اسے کہتے ہیں اور حجاب یہ ہے
چمکے نہ کچھ مرے بچے کافر شِ خواب یہ ہے
جوابِ زیست نے ہم کو دیا جواب یہ ہے
لگا کے تیرِ ستم کہتے تھے جواب یہ ہے
ہنوز خلق میں دریا کو پیچ و تاب یہ ہے
جفا و جور یہ ہے ظلم بے حساب یہ ہے
چرٹھا ہے شمر زمانے کا انقلاب یہ ہے
نگہ ٹھہرتی نہیں رخ پہ آب و تاب یہ ہے

نہ سمجھو نقطہ خال سیاہ ابرو پر
دم نبردند اشہ کو چرخ سے آئی
حسین ضرب ہے تیری ہمارے ہاتھ کی ضرب
لگا کے خون جبین ریش پر کہا شہ نے
دکھا کے حاکم کوفہ کو شہر کہنے لگا
پدر کو کھو کے پھر ازندہ کہتے تھے سجاد
یزید تخت کے اوپر اور تلے سرشاہ

کتاب حسن کی اک بیت انتخاب یہ ہے
ن کدھر خیال ہے کس فوج پر عتاب یہ ہے
علی کے لال سے سربر ہو کس کی تاب یہ ہے
جہاں سے جاتے ہیں ہم آخری خضاب یہ ہے
بہن حسین کی زینب جگر کباب یہ ہے
کہیں گے کیا مجھے اہل وطن حجاب یہ ہے
انیس دیکھ زمانے کا انقلاب یہ ہے

(۴۷)

سلامی چشم سے رہ رہ کے خون لٹکتا ہے
سلامی چشم میں آنسو ہیں یا دریا چھلکتا ہے
دم تحریر گل ریزی ہے یا سطریں ہیں کاغذ پر
پھرنے تھے کر بلا کی راہ سے کچھ سوچ کر حضرت
حرم رونے کہا جب آسماں کو دیکھ کر شہ نے
کہا صفرانے شاید میر کا باجان پایا ہے میں
زمین کر بلا پر فاطمہ کے پھول بکھرے ہیں
شہ دیں دیکھتے ہیں شوق حرم میں یوں سکومیدان
علی اکبر طلب کرتے ہیں رخصت کوئی کیا جانے
گل زہرا کے غم میں نہ خواں ہیں بلبلیں سائی

غم سجاد بکیں دل میں کاٹا سا کھٹکتا ہے
جگر میں داغ ہیں یا باغ لالے کا لہکتا ہے
سریر کلک ہے یا باغ میں بلبل چمکتا ہے
وگر نہ رہبر عالم کہیں رستہ بھٹکتا ہے
علی اکبر ازاں دو صبح کا تارا چمکتا ہے
گلے میں ساتویں تار تیغ سے پانی اٹکتا ہے
شہیدوں کی یہ خوشبو ہے کہ سب جنگل مہکتا ہے
کہ جیسے کوئی آنے کی کسی کے راہ تمکتا ہے
لگی ہے غم سے ہچکیاں کو اور زینب کو سکتا ہے
صدافراہ کی آتی ہے جب غنچہ چمکتا ہے

وہاں بندت سے غلط خط ہے یاں آب و دانے کا
 و غامی حضرت عباس یوں جاتے ہیں شمع پر
 یہ غل تھا شام کے شکر میں دیکھو شہ کی مٹانی
 بہو زہرا کی کہتی تھی یہی جا جا کے ڈیوڑھی پر
 تنہا رنجور پر ہاتھ اپنا زینب رکھ نہیں سکتی
 کہا بانو نے شہ سے تیر چلتے ہیں کلجے پر
 یہ ننھے ننھے دونوں ہاتھ بل کھاتے ہیں کیونکہ
 بچا لود واسطہ زہرا کا صاحب سیرے اسفر کو
 صراحی دار یہ گردن ڈھلی جاتی ہے بن پانی
 سکینہ ناز پر در قید کی آفت کو کیا جانے
 اندھیرے میں جو گھبراتا ہے دم آیام گرام میں
 انیس اندھ تجھ پر سہل کر دے قبر کی منزل

ادھر فاقہ ہے اور کھانا اُدھر شکر میں پکتا ہے
 گر سنہ شیر جیسے جانب آہو پسکتا ہے
 نشاں سجدے کا ہے یا صبح کا تارا چمکتا ہے
 ارے پانی کوئی لا دو مرا بچہ بلکتا ہے
 تب غم سے بدن سجاد کا ایسا دکھتا ہے
 مرا منہ جب بچہ زگسی آنکھوں سے پکتا ہے
 مسوڑے ہو گئے ہیں نیلیوں تاو لپکتا ہے
 یہ بچہ دودھ پیتا ہے نہ اب آنکھیں جھپکتا ہے
 نگے میں سانس جب کتی ہے سر دے چمکتا ہے
 یہ عالم ہے قفس میں جس طرح طائر پھڑکتا ہے
 ہر اک بچہ در زنداں پہ سر دے دے چمکتا ہے
 لحد کا دعیاں جب آتا ہے کیا کیاں پھڑکتا ہے

(۴۸)

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے
 کسی کو کیا بدو لوں کی شکستگی کی خبر
 قناعت ز گہر آبرو دولت دیں
 ہمیں تو دیتا ہے رازق بنیر منت خلق
 فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے

کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے
 کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے ممدائیں رکھتے
 ہم اپنے کیسہ خالی میں کیا نہیں رکھتے
 وہی سوال کریں جو خدا نہیں رکھتے
 کچھ اور فرشتے بجز بوریہ نہیں رکھتے

وہ لوگ کون سے ہیں اے خدائے کون مکاں
 سوائے کوثر دسینم و خلد و باغ بہشت
 فشار قبر کا ڈر ہو تو ان کو ہو جو لوگ
 ابوتراب سے جو پیشوا کے پیرد ہیں
 یہ نخل تھا و کچھ کے رخسارہ علی اکبر
 حسین کہتے تھے سونے کو پاؤں پھیلا کر
 نہ ریسے بیٹوں کے غم میں حسین واہ سے صبر
 حسین تینوں کے آگے سے کس طرح مٹتے
 جہانِ آمل نبی کیا بچے تبسا ہی سے
 گلوئے اصغر معصوم و تیسر و ادیا
 شہادت پسرفا جملہ کا ہے یہ الم
 فقط حسین پہ یہ تفرقہ پڑا ورنہ
 خدا نے آیہ تطہیر جن کو بھیجا تھا
 نہ لوٹو آل محمد کو کہتی تھی فضۃ
 سکینہ کہتی تھی کیونکر نہ دم گھٹے اماں
 غش آیا راہ میں جس دم تو کہتے تھے سجاد
 تب دردوں غمِ فرقت و رم پایہ ردی
 غم حسین کے داغوں سے دل کو روشن

سخن سے کان کو جو آشنا نہیں رکھتے
 یہ اشک ہیں وہ گہر جو بہا نہیں رکھتے
 کفن میں صرہ خاک شفا نہیں رکھتے
 قدم بھی خاک پہ ہر بے رضا نہیں رکھتے
 فلک پہ شمس و قمر یہ ضیا نہیں رکھتے
 سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے
 یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے
 بڑھا کے پیچھے قدم پیشوا نہیں رکھتے
 تلامذہ ایسا ہے اور نانا نہیں رکھتے
 یہ ظلم وہ ہیں کہ جو انتہا نہیں رکھتے
 کہ تابِ غبط رسول خدا نہیں رکھتے
 کسی کی لاش کو سر سے جدا نہیں رکھتے
 وہ پر وہ دار سڑوں پر ردا نہیں رکھتے
 نبی کی روح سے بھی تم کیا نہیں رکھتے
 دہاں ہیں بند جو حجرے ہوا نہیں رکھتے
 وہ درد ہیں جو امید شفا نہیں رکھتے
 مرض تو اتنے ہیں اور کچھ دوا نہیں رکھتے
 خبر محمد کے اندھیرے کی کیا نہیں رکھتے

مسافر و شب اول بہت ہے تیرہ و تار چراغ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے
انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے بکلو جو تو شہ سفر کر بلا نہیں رکھتے

(۳۹)

مثال بدر جو حاصل ہوا کمال مجھے گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال مجھے
کمال شوق زیا رہے اب کی سال مجھے کریم ہند کی ظلمت سے اب کمال مجھے
اجل قریب ہے جلدی نجف میں پہنچا دے بس اے نصیب اگھے برس پہ ہلال مجھے
برنگ سبزہ بیگانہ بارغ دہر میں تھا ترے سحاب کرم نے کیا نہ سال مجھے
جو خضر بخت مجھے کر بلا میں پہنچا دے نہ آئے خواب میں بھی ہند کا خیال مجھے
کریم جو تجھے دینا ہو بے طلب دے فقیر ہوں پہ نہیں عادت سوال مجھے
کسی کے سامنے کیوں جا کے ہاتھ پھیلاؤں مرا کریم تو دیتا ہے بے سوال مجھے
فلک میں سبزہ بیگانہ اس چمن میں نہیں یہ کیا روش ہے کہ کرتا ہے پائمال مجھے
کبھی خوشی سے جو دنیا میں اک دم گذرا وہ سدر کش ہوں کہ برسوں پہ ہلال مجھے
یہ الفیتیں بھی ہیں دنیا میں یادگار لے مرگ مرا خیال تجھے اور ترا خیال مجھے
نگاہ نامہ اعمال پر جو کی پس مرگ گناہ نگار نظر آیا بال بال مجھے
پھر ہک پھر ہک کے مردوں گاہ وہ نیم سہل ہوں فلک نے کند چھری سے کیا حلال مجھے
لہو بدن کا عرق ہو کے بہہ گیا سارا ہوا یہ اپنے گناہوں سے انفعال مجھے
تری مدد کا فقط یا علی بھروسا ہے کسی کی آس نہیں وقت انتقال مجھے
یہ فخر ہو کہ ملی بادشاہی دنیا کی غلام سمجھیں اگر قنبر و بلال مجھے

غم حسین میں کہتا ہے زخمِ دل ہر دم
 بھلا میں دوں تیرا کبر سے کس طرح تشبیہ
 حسین کہتے تھے اک ذرا افتقار کافی ہے
 جب آئیں بیٹوں کی لاشیں تو کہتی تھیں نبی
 خدا کروں گھر بے بہا کس نہ ہر بار
 و غابہ تینوں کے پھل کھائے پھول تن پر
 حسین کہتے تھے پشتِ فرس سے گرتا ہوں
 حسین کہتے تھے پروردگار رہو گواہ
 چڑھایا یہ کہہ کے جو سینے پر شاہ کا قاتل
 پکارا خنجر قاتل کہ الغیث لے شمر
 جدا جو کرتے تھے اعدا مزارِ اصفیٰ
 خدا کے واسطے مقتل میں مجھ کو رہنے دو
 اندھیری قبر میں شکلِ انیس کو ہے بہت
 دیکھا تو یا علی اب چاند سا جمال مجھے
 نہ لڑائی کے نواسے کے خوں لال مجھے
 تو بانو کہتی تھی اتنا نہ دریاں مجھے
 کون جی پونکشا ڈھونڈے گا میرا لال مجھے
 دیکھا تو یا علی اب چاند سا جمال مجھے

(۵۰)

جڑ پختن کسی سے تو تانا چاہیے
 غلامِ اُمیدوارِ حضور ہے یا حسین
 ہم غلامِ سفر ہیں بتاؤ مسافر
 اک در پہ بیٹھ کر ہے تو نکل کر ہم پر
 غیرانہ خدا کسی کا بھروسہ نہ چاہیے
 چاہیں اگر حضور تو پھر کیا نہ چاہیے
 کیا اس سفر میں چاہیے اور کیا نہ چاہیے
 اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہیے

تکرار کیا ہے زندگی مستعار میں
 راحت خدانے دی تو کیا تو نے شکر کب
 کھانے کو رزق رسنے کو گھرا اور بھد کو جا
 ہراک کے واسطے ہے ترقی بقدرِ حال
 ہر کوہ پر نہ ہو گی تجلی مشال طور
 کہتے تھے فنا طمہ سے علی گھر میں جو ہو در
 عباس گرد پھرتے تو کہتے یہ شاہ دیں
 کہتے تھے شاہ پیاس میں لذت ہی اور سج
 سفرانے شاہ دیں کو لکھا خط تو بھیجے
 دو بیٹیاں تو پاس میں اک جاں بلب بید
 فرقت نہ تو کو نسی پھر زندگی کی شکل
 کپڑے سفید پہنے جو قاسم نے بولی ناں
 دولہانے عرض کی کہ اجل ہے گلے کا با
 پانی کا ذکر کرتی سکینہ تو کہتے شاہ
 کہتا تھا شمر چادریں رانڈوں کی پھین لو
 کہتی تھی فنسہ شام میں بازار یو ہٹو
 یہ کون بیبیاں ہیں تمہیں کچھ خبر نہیں
 آزار تو نہ دو جو حمایت نہ ہو سکے

اے موت بار بار تقاضا نہ چاہیے
 ایذا بھی چار دن ہو تو شکوانہ چاہیے
 دنیا میں ایک جان کو کیا کیا نہ چاہیے
 اسفل کو فکر منصبِ اعلا نہ چاہیے
 ہر ہمتہ کے لئے یدِ بیضا نہ چاہیے
 خالی کبھی فقیر کو پھیرا نہ چاہیے
 تکلیف اتنی اے مے شیدا نہ چاہیے
 دریا کو آنکھ اٹھا کے بھی ٹیکنا نہ چاہیے
 گر چاہتے نہیں ہمیں اچھٹا نہ چاہیے
 میں سچ کہوں یہ آپ کو بابا نہ چاہیے
 بیمار پر عتاب مسیحا نہ چاہیے
 اتنی بھی سادگی نئے دولہانہ چاہیے
 چہرے پہ مڑوا لوں کے سہرا نہ چاہیے
 بی بی محال رشے کی تمنا نہ چاہیے
 ایسے گناہگاروں کو پروا نہ چاہیے
 نہ ہرا کی بیٹیوں کا تماشا نہ چاہیے
 آل رسول پر ستم ایسا نہ چاہیے
 کیوں کلمہ گو یو چاہیے یہ یا نہ چاہیے

مرقد چراغ داغ سے روشن ہے ایسے شب کو اکیلے گھر میں اندھیرا نہ چاہیے

(۵۱)

گرد ہے اکسیر خاک کر بلا کے سامنے
فاصلہ کیسا ادھر پہنچے آدھر داخل ہوئے
جسم کو اکٹن فنا کر دیں گے جھوٹے آہ کے
پردہ پوش عاصیاں ہے ان کا دانا وسیع
فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار
عقدہ دل بلد حل ہوتے ہیں گھبراتا ہے کیوں
خون کیا ہے بہر پریش آئیں گر منکر نکیر
ذوالفقار حیدر صفدر سے شرماتی ہے برق
کہتے تھے حضرت علی اکبر کا مرنا ہے غضب
جب سکینہ کی نایاں میں پیاس سے کانٹے پڑے
کہتے تھے خولی سے عابد چادر زریب نہ چھین
یاد رکھ ظالم پریشاں ہوگا مجمع حشر کا
فصل پیری میں ہوس دنیا کی توبہ کراہی

زرد مٹی کی حقیقت کیا طلا کے سامنے
کر بلا جنت کے جنت کر بلا کے سامنے
بات کیا ہے خاک اڑا دینا ہوا کے سامنے
کیا گنہ کا ڈھانپنا آل عبا کے سامنے
ہاتھ پھیلاتا ہے سلطان بھی گدا کے سامنے
کیا گرہ کا کھوٹا مشکل کشا کے سامنے
بندہ حیدر ہوں کہہ دوں گا خدا کے سامنے
ابزمیاں تر ہے نہ ہر آبی روا کے سامنے
ہم نہ دنیا سے گئے اس دلربا کے سامنے
مرحبا کر مشک لے آئی چچا کے سامنے
ہاتھ باندھے جائیں گے مشکل کشا کے سامنے
فاطمہ جب بال کھولیں گی خدا کے سامنے
حشر میں کس منہ سے جائے گا خدا کے سامنے

(۵۲)

لے سلامی یوں ارم ہے کر بلا کے سامنے
جز خدا جھکتے نہیں ہسم بادشا کے سامنے
ہو چمن جس طرح قصر بادشا کے سامنے
ہاتھ پھیلائے تو نگر کی گدا کے سامنے

کیون دجائیں تو گر بھی گدا کے سامنے
تارک دنیا کو اسبابِ حشم سے کیا غرض
اس نے رہتا ہے اور اس گنہ گرتے ہیں پاک
وائے حسرت کچھ نہ دنیا میں کئے اعمال نیک
قلب میں داغوں کے گل دامن میں شکوں کے گہر
تن میں رعشہ پڑ گیا پیری سے گردن خم ہوئی
معجزے سے اپنے عفریت کے باند جو ہاتھ ق
پر کسی سے اس کی بندش کا نہ عقدہ حل ہوا
حر کو آتی تھی ندائیوں کا پتا ہے مثلِ بید
واہ ری رحمت کہ دوزخ کو بھی ٹھنڈا کر دیا
دے گاشہ کی بے گناہی پر شہادت روزِ حشر
کہتے تھے عباس بہکا تا ہے کیا لے مردِ شوم ن
مجھ سے کہتا ہے کہ آقا کی رفاقت چھوڑ دو
کو رباطن تھا جرغازی مگر اللہ رے فیض
حُرنے بیٹے سے کہا ہاتھوں کو اپنے باندھ کر
عرش پر دستِ خدا نکلا حجابِ نور سے
کیا سخاوت تھی کہ چھپ چھپ علی ہنگام شب
روضہ شہ میں صدا آتی ہے یہ زوار کو

آسماں کو فوق کیا عرشِ علا کے سامنے
تختِ شاہی خاک سے کم ہے گدا کے سامنے
قدر کیا اکسیر کی خاکِ شفا کے سامنے
ہاتھ خالی ہم چلے اپنے خدا کے سامنے
ہم یہ ہدیہ لے کے جائیں گے خدا کے سامنے
اب تو جھک سجے ہیں دوسرے خدا کے سامنے
مدتوں روتا پھرا وہ انبیاء کے سامنے
وہ گرہ آخر کھلی مشکل کشا کے سامنے
نار کا ڈر ہے تو جسا نورِ خدا کے سامنے
آگ پانی ہو گئی خاکِ شفا کے سامنے
خنجرِ قاتل زباں بن کر خدا کے سامنے
دم بھی نکلے گا تو شاہِ کرہا کے سامنے
یہ دغا بازی کی باتیں باوفا کے سامنے
قلب روشن ہو گیا نورِ خدا کے سامنے
یوں چلو تختِ دلِ مشکل کشا کے سامنے
شیر کا کا سہ جب آیا مصطفیٰ کے سامنے
آپ لے جاتے تھے کھانا ہر گدا کے سامنے
دیکھ و اباباجا بت ہے دعا کے سامنے

کہ بتی تھی زینب تمہیں کچھ بھی خبر ہے یا حسین
غاصبوں نے جب بن باندھی گئے میں بے گناہ
روضہ سرور پہ پہنچا دے ہماری رُوح کو
تیرے بندے اور امامِ بت شکن کے ہیں غلام
حشر میں اک اور ہو گا حشر جس دم فاطمہ
تربت سرور پہ جا کر خاک ہو جاؤں انیس

(۵۳)

غبارِ رہ کر بلا ہو گئی
صبا لے کے آئی جو بوئے نجف
الہی مجھی میں نہ تھی کچھ وفا
یہ عقدہ نہ کھلتا کبھی حشر تک
خوشا صرہ کر بلا کا اثر
نجف میں شراب آ کے سر کہ بنی
زہے سطوتِ عدل شیر خدا
خزاں کا جو گلشن میں جھونکا چلا
وہ تعریف ہے جس میں سازش نہ ہو
تلاطم سے نکلا ہمارا جہاز
بہت ڈر سمندر کی لہروں کا تھا

ننگے سڑکلی ہوں میں اہل جفا کے سامنے
سب کے عقدے کھل گئے مشک کٹا کے سامنے
ملتی رہتا ہوں میں بادِ صبا کے سامنے
حشر کے دن ہم یہ کہہ دیں خدا کے سامنے
لائیں گی شہ کا سر پر خوں خدا کے سامنے
ہے زباں پر یہ دعا ہر دم خدا کے سامنے

مری خاک بھی یکمیا ہو گئی
گرہ غنچہ دل کی وا ہو گئی
کہ دُنیا ہی سب بے وفا ہو گئی
عنایاتِ مشکل کشا ہو گئی
گرہ واں کھلی یاں شفا ہو گئی
وہ کیفیتِ نشہ کیا ہو گئی
کہ بنتِ عنب پارِ سا ہو گئی
تو بس جانِ بکسل ہوا ہو گئی
وہ رقت ہے جو بے ریا ہو گئی
مناسب موانق ہوا ہو گئی
طبیعت مگر آشنا ہو گئی

کیا ابرہہ رحمت نے ایسا کرم
 نگہبان کشتی جو تھا فخر نوح
 مجھی پر نہیں کچھ علی کا کرم
 نہ گل میں محبت نہ بلبل میں انس
 دم نزع کس کس کا شکو کریں ق
 رہا مدتوں ساتھ جس روح کا
 یہ صدمہ ہوا وقت جنگ و جدل
 کلیجے پہ چلنے لگی تیغِ عجز
 یہ دُلہا نے دستِ تاسف ملے
 کہا شہ نے زینب سے اکبر کے بعد
 کہا شہ نے نکلا جو ا صغر کا دم
 فلک کیوں نہ پھٹ کر زمیں پر گرا
 گھلا یہ غم شہ میں عابد کا جسم
 سکینہ یہ کہتی تھی زنداں میں ق
 گلا میرا باندھا نہ پوچھی خبر
 کئی دن نہ پانی کا قطرہ ملا
 کسی نے نہ پوچھا لعینوں سے آہ
 انیس آچکے تھے تہ تیغ مرگ
 کہ پانی رہ کر بلا ہو گئی
 ہر اک مون خود نا خدا ہو گئی
 ہزاروں کی حاجت روا ہو گئی
 الہی یہ کیسی ہوا ہو گئی
 نہ اک تاب و طاقت جدا ہو گئی
 وہ دم بھر میں نا آشنا ہو گئی
 کہ غش بنتِ مشکل کشا ہو گئی
 بنی جب بنے سے جدا ہو گئی
 کہ ہاتھوں کی سرخی حنا ہو گئی
 بہنِ روحِ تن سے جدا ہو گئی
 مرے پھول سے بو جدا ہو گئی
 علی کی بہو بے روا ہو گئی
 قبا تھی جو تن میں عبا ہو گئی
 محبت عنایت وہ کیا ہو گئی
 چچا بس میں تم سے خفا ہو گئی
 مسافر پہ کیا کیا جفا ہو گئی
 کہ معصوم سے کیا خطا ہو گئی
 سپر مومنوں کی دُعا ہو گئی

نو د نوید زندگی لائی قضا میرے لئے
 زندگی میں تو کیا کُن نہ خوش نہیں بول کے
 کنج عزت میں مثالِ آسیا ہوں گوشہ گیر
 تو سراپا اجراے زاہد میں سر تا پا گناہ
 یا حسین ابن علی فیاضِ عالم جانِ خسلق
 ابرو و مال و فرزند ان صالح عز و جاہ
 بھر دیا مولانے دامن کو درِ مقصود سے
 قطعِ اُمید ایک در سے گر ہوئی کچھ غم نہیں
 ہر نفسِ آئینہ دل سے یہ آتی ہے صدا
 بھیج دے دُرخ میں یا جنت میں یاں مجرم تو ہوں
 اے مہکس اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا
 نام روشن کر کے کیونکر مجھ نہ جاتا مثلِ شمع
 کہتے تھے شہِ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل
 کہتے تھے شہِ سخت ہے تیغ و گلو کا مرحلہ
 کہتی تھی صغرا ٹھنڈائی سے نہ ہونے گی شفا
 شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے
 آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لئے
 رزق پہنچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لئے
 باغِ جنت تیری خاطر کر بلا میرے لئے
 آپ نے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لئے
 کس کی خاطر یہ ہوا جو کچھ ہوا میرے لئے
 زرد یا زرد پر عطا پر کی عطا میرے لئے
 کھول دے گا اور کوئی در خدا میرے لئے
 خاک تو ہو جا تو حاصل ہو جلا میرے لئے
 تو ہے عادل جو مناسب ہو سزا میرے لئے
 یکمیا تیرے لئے خاکِ شفا میرے لئے
 ناموافق تھی زمانے کی ہوا میرے لئے
 روئے سائے انبیاء و اوصیا میرے لئے
 یہ بھی شکل سہل کر دے گا خدا میرے لئے
 شربت دیدارِ اکبر ہے دوا میرے لئے

خاک کو ہے خاک سے الفت تڑپتا ہوں نہیں

کر بلا کے واسطے میں کر بلا میرے لئے

غم شہ کا گرداغ دل پر رہے
 اک انسانہ بیکی رہ گیا
 فقیروں کی کیا موت کیا زندگی
 بدن گھل گیا مثل تیغِ اصیل
 وہ ہے آدمی جس سے ہو کارِ خیر
 جنازہ اٹھانا ہے احباب کو
 صبا لے کے جامیرے پھولوں کی بو
 پیئیں گے شرابِ طہور کے جام
 پسرگو تھے زینب کے چھوٹے بڑے
 قیامت ہے کفارِ سیراب ہوں
 چڑھائیں عدو اس کو نیزے پہ آہ
 نہ کھائی برس دن بھی یاں کی ہوا
 کبھی لاش اٹھائی کبھی روئیے
 عمر سے کہا فوج نے خوب ہے
 کہا شہر نے اس طرح ٹوٹیمو
 ہمیں حکم ہے حاکمِ شام کا
 نہ پھیلاؤ ہاتھ ہرگز انیس
 سلامی لحد بھی منور رہے
 نہ قاتل رہا اور نہ سرور رہے
 جگہ جس جگہ مل گئی مر رہے
 نہ کس بل رہا اور نہ جوہر رہے
 بشرود جو دنیا میں بے شر رہے
 مناسب ہے گر جسم لاغر رہے
 دماغِ عدو بھی معطر رہے
 اگر حبتِ ساقی کو شر رہے
 لڑائی میں دونوں برابر رہے
 مگر تشنہ مختار کو شر رہے
 محمد کے زانو پہ جو سر رہے
 بہت کم زمانے میں اصغر رہے
 اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے
 اگر پردہ آلِ اطر رہے
 کہ سر پر کسی کے نہ یاد رہے
 کہ بلوے میں زینب کھلے سر رہے
 فقیری میں بھی دل تو نگر رہے

آکے جو بزمِ عزائیں رو گئے مہرئی وہ فردِ عسیاں دھو گئے
 یاد آیا دامنِ مادر کا چین پاؤں پھیلا کر لحد میں سو گئے
 اشک کیا نکلیں کڑے سوال پر سننے سننے قلبِ پشتر ہو گئے
 موت آتی ہے محبتِ الفراق آج وعدے سب برابر ہو گئے
 ہاتھ سے جاتا رہا نقدِ حیات جان لے کر آئے بے جاں ہو گئے
 عالمِ فانی سے ہم کو کیا ملا اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
 راحتِ آبادِ عدم ہے خوب جا پھر نہ وہ آئے جہاں سے جو گئے
 مچھ گیا مثلِ گہرِ ناوک سے حلق نعل سی جاں اپنی اصغر کھو گئے
 خون گردن سے جو نکلا گرم گرم بھر کے آہِ سر دھندلے ہو گئے
 آکے تربت پر پکارے شاہِ دیں ہائے آج اصغر اکیلے ہو گئے
 ہتھکڑی اور بیڑیوں کو دیکھ کر دست و پا عابد کے ٹھنڈے ہو گئے
 عالمِ پیری میں یہ غفلتِ نیست رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

ذکرِ خوش قاستی شاہ جو چل جائے ابھی مہرئی رنگِ قیامت کا بدل جائے ابھی
 لے سخن نور کا سانچہ ہے طبیعتِ میری کوئی کاواک جن مضمون ہو تو ڈھل جائے ابھی
 خانہ چشم سے مردم نہ نکلنے دیں اگر طفلِ اشکِ غم شبیرِ محل جائے ابھی
 حکمتِ شیرِ خدا راہ اگر بتلا دے آسماں چشمہ سوزن سے نکل جائے ابھی
 اشہبِ شہ کا اشارہ تھا طرارِ ابو بھڑوں شیرِ گردوں مری ٹاپوں سے کچل جائے ابھی

روضہ شاہ پہ اس جسم سے دم نکلتے گا نہیں مرنے کے سر ہانے سے اجل جائے ابھی
 مومنو مرثیہ شاہ ہے نخل ماتم آنسوؤں سے اسے دو آب تو پھل جائے ابھی
 شکیب حضرت نے کہا ہو میں گی کل راہیں بند جس کو جانا ہو وہ لشکر سے نکل جائے ابھی
 مرنے والوں نے یہ کی عرض کہ پروا کیا ہے تیغ گر چینی ہو گردن پہ تو چل جائے ابھی
 عصر کے وقت کے مشتاق تھے ایسے شبیر صبح سے تھی یہ دعا دن کہیں حل جائے ابھی
 غش سکینہ کو جو آتا تھا تو ماں کہتی تھی ق سینہ شہ کی لمے بو تو سنبھل جائے ابھی
 بیدیاں کہتی تھیں صبر آئے گا رفتہ رفتہ باپ بچھڑی ہے کس طرح بہل جائے ابھی
 دل کو مجروح کیا جان کے کھٹکے نے انیس پھول ہو جائیں یہ کانشا جو نکل جائے ابھی

(۵۸)

شتاب روضہ فرزند بو تراب لمے کھلیں نصیب جو خلد بریں کا باب لمے
 تلاش جس کی ہے دل کو بصد شتاب لمے جہاں میں نور ہے جس کا وہ آفتاب لمے
 خوشا عطا و زہے رتبہ غم شبیر کہ ایک آہ میں تسبیح کا ثواب لمے
 ندائے غیب یہ حُر جری کو آتی تھی ق گناہ عفو ہوئے اجر بے حساب لمے
 بھٹک رہا ہے اگر راہ خلد سے غافل اُدھر کو جا کہ جدھر جاوے صواب لمے
 حسین آپ گئے حشر کی پیشوائی کو کسے زمانے میں تبتے یہ بے حساب لمے
 پتہ علی سے ملا اور سب اماموں کا کہ ایک نور سے گرا بہ آفتاب لمے
 حسین کہتے تھے لکھا تھا یہ مقدر میں کہ خاک میں علی اکبر تراشتاب لمے
 غریب بکیں دے پر شہید و تشنہ دہن حسین کو پس مردن یہ سب خطاب لمے

حرم حسین کے کہتے تھے رو کے بلوے میں
مقام غور ہے چمکیں نہ کس طرح طالع
ایس فیض کا معدن ہے بارگاہ حسین
چھپائیں چہروں کو ہم گر کوئی نقاب ملے
کہ خود جب آن کے ذمے سے آفتاب ملے
صلے خدا کی عنایت سے بے حساب ملے

(۵۹)

عجب وقت ہے اور عجب انجمن ہے
سلامی یہ آل نبی پر محن ہے
نہیں انگلیاں پانچ مصرع ہیں گویا
گریباں مرا چھوڑا سے حرصِ دنیا
یہ مہٹی سے پرہیزا سے جسم کب تک
مکان دیکھے معراج میں دوبنی نے
محل اک زمرہ کا ہے رشکِ طوبی
کہا سرخ اور سبز ہیں کیوں یہ دونوں
کہا حاصلِ وحی نے سر جھکا کر
کہا حر نے تیغیں نہ حضرت پہ کھینچو
صفیں توڑ کر رن میں کہتے تھے اکبر
کہہ ساماں نے جاتے ہوا صغر کہاں تم
کہا شہ نے قاتل سے زانو اٹھالے
گلے میں رسن جب بندھی بو لے عابد
سلامی یہ محفل علی کا چمن ہے
سکہ بارہ تو بازو ہیں اور اک سن ہے
مرے ہاتھ میں خمسہ پنجتن ہے
مرے ہاتھ میں دامن پنجتن ہے
کہ آخر یہی خاک ہے اور کفن ہے
ق کہ ہر ایک جنت میں پر تو فگن ہے
تو وہ دوسرا رشکِ لعل یں ہے
دل اس وقت کچھ خود بخود نعرہ زن ہے
یہ قصر حسین اور وہ قصر حسن ہے
لعینو یہ ستید غریب الوطن ہے
مرا جہدِ مرحوم خیر شکن ہے
اشارہ کیا قصہ نہر لبین ہے
کہ تیروں سے غربال سارا بدن ہے
کہ ہم میں بھی مشکل کشا کا چلن ہے

کھلا یہ دوزنگی سے برگِ خنّا کی یہ رنگِ حسین اور وہ رنگِ حسن ہے
 اسیروں کو دکھلا کے خولی پکارا قی یہ کنبہ علی کا اسیرِ محن ہے
 ہسرا جس کے بازو میں ہے ریشماں کا یہ زہرا کی بیٹی ہے شہ کی بہن ہے
 منہ اپنا جو ہے دونوں ہاتھوں سے ڈھانچے یہی نامراد ایک شب کی دلہن ہے
 نظر آیا مقتل تو عسا بد پکا سے قی یہ نعلش امامِ غریب الوطن ہے
 نہیں جسم پر ایک چادر کا سایہ نئی گردِ دشمن آسمان کہن ہے
 ندا آئی لاشے سے بیٹا نہ روؤ رہِ حق میں راحت یہ سنج و محن ہے
 یہ نیزوں کی چوبیس ہیں تابوت اپنا یہ دامنِ صحرایہ ہمارا کفن ہے
 نہیں رنج کچھ اپنی عریاں تنی کا یہ غم ہے کہ زینب اسیرِ محن ہے
 انیس اس قدر شورِ بختی کا شکوہ یہ دولت ہے تھوڑی کہ شیریں سخن ہے

(۶۰)

خیالِ چہرہ شہ وقتِ خواب رہتا ہے تمام شب مرے گھر آفتاب رہتا ہے
 سلامی ریش میں جب تک خضاب رہتا ہے اگر رہا تو بس اتنا شباب رہتا ہے
 خدا کا قہر نبی کا عتاب رہتا ہے عدو علی کا ہمیشہ خراب رہتا ہے
 نے شیشہ دل کو نہ توڑاے گردوں یہ ظن وہ ہے کہ جس میں گلاب رہتا ہے
 جو دل جلے ہیں انھیں کا سخن ہے گرما گرم مزا ہے سنج پہ جب تک کباب رہتا ہے
 کب آئے موت خدا جانئے طلب کب ہو جو تہ سوار ہے پادر رکاب رہتا ہے
 پس فنا زن و منہ زند چھوڑ جائیں گے شریکِ حالِ مسافرِ ثواب رہتا ہے

خوش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے
سیاق داں سے حساب کتاب رہتا ہے
جگر نہنگ کا پانی میں آب رہتا ہے
دل سخی میں ہمیشہ حجاب رہتا ہے
دل حزیں کو مرے اضطراب رہتا ہے
کہ جس کی آغ سے دُوح کباب رہتا ہے

زباں سوال نکیرین میں نہ بند ہوئی
کھلی ہیں مالک دفتر کے سامنے فرویں
علی کے خوف سے جنگل میں شیر کانپتے ہیں
علی نے دیکھے بھی سائل سے کہیں نہ آنکھیں چا
حسین بچتے تھے جب سے جدا بے نخت جگر
بھری ہے کونسی یارب دل انیس میں آگ

(۶۱)

گلستاں سے نہیں کم مجلسین نازک خیالوں کی
نہ بھولے گی قیامت تک ائی مرنے والوں کی
بناں کھائی ہر اک نے چاند سے سینے پھالوں کی
زباں سے کیا بیاں تعریف ہو یوسف جمالوں کی
برستے سر تھے ہر جا پر گھٹا چھائی تھی ڈھالوں کی
یہیں بستی بے گی فاطمہ کے نو نہالوں کی
نہ سوچھی جب کی تشبیہ روئے شر کے خالوں کی
کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں مثالیں بے مثالوں کی
بلا میں تے لے لیں بڑھ کے گھو کر والے بابوں کی
یہ تصویریں ہیں دوں چاند کے پیچھے ہالوں کی
علی کا رعب چتون شیر کی آنکھیں غزالوں کی

زباں پر مدح ہے باغ علی کے نو نہالوں کی
جوانانِ حسینی نے صفیں توڑیں پرے اُلٹے
رفیقانِ حسین ابن علی کیا بہادر تھے
جری ایسے نہ ہونگے باغِ عالم میں کبھی پیدا
چمکتی برق کی صورت ہر اک شمشیر میداں میں
جگہ جب ل لی شہ نے تو ہاتھ نے کہا رو کر
قلم بھی رہ گیا ہر بار فقط دے کے کاغذ پر
جوانانِ حسینی کو جو دیں تشبیہ کس سے دیں
کمر کس کر علی اکبر نے جب سر پر رکھا شلہ
علی اکبر کے ابرو دیکھتا تھا جو وہ کہتا تھا
معاذ اللہ رعبِ دلبرانِ حضرت زینب

نہ پہنچا تھا جو پانی دھوپ سے مرچھائے جاتے تھے
 وہ پہلو اور وہ پیکان سہ پہلو کیا قیامت ہے
 مگرے جب وہ گھوڑے سے ندا ہاتھ کی یہ آئی
 ہوا اک شور جبے نیبے پوچھا آکے مقتل میں
 جو پوچھا حال انصاروں کا آکر زعفران نے
 جب تا ذکر بیٹوں کا تو زینب سب سے کہتی تھی
 غم اصغر میں بانو کہتی تھی مرتی ہوں اے بیٹا
 جب آئی ٹوٹنے کو فوج خیمے میں ہوا محشر
 کبھی مقتل کبھی کوفہ کبھی صحرا کبھی زنداں
 اٹھائے یہ سکینہ نے جفائے شمر کے صدرے
 جھکے تھے عرق چہرں پہ تھا اور بند تھیں آنکھیں
 جھکا تھا پشت پر ایک اک کی سر ایک ایک بی بی کا
 پڑے تھے خاک پر اہل حرم تکیہ نہ بستر تھا
 بحمد اللہ عابد کہتے تھے جب پوچھتیں زینب
 عزا دارا سطرٹ تو تعزیہ شہ کا اٹھاتے ہیں
 انیس اب تو ہلال و بدر کو کیساں سمجھتے ہیں
 یہ صورت تھی گلستان علی کے نو نہالوں کی
 وہ سینہ شہ کا اور نوکیں ستم گاروں کے بھالوں کی
 جگہ جھاڑی ہوئی ہے فاطمہ ہرا کے بالوں کی
 کہاں قبریں بنی ہیں سیے دونوں نو نہالوں کی
 کہا شہ نے حقیقت کچھ نہ پوچھو مگر والوں کی
 خدا بخشے ابھی کیا عمر تھی ان مرنے والوں کی
 سنگھاؤ اٹھ کے خوشبو اپنے گھونگروائے بالوں کی
 صدا پہنچی فلک پر فاطمہ ہرا کے نالوں کی
 حقیقت کچھ نہ پوچھو فاطمہ کبرا کے چالوں کی
 تگہ نگت ہو گئی تھی سونی پھولوں سے گالوں کی
 پڑی تھیں چادریں سیدنیوں کے سر پہ بالوں کی
 یہ نقشہ قیدیوں کا تھا یہ صوت پرک والوں کی
 ہوئی تھی شکل زنداں میں یہ ان ٹیٹھ جالوں کی
 پھوپی قربان اکیچا شکل ہے تلووں کے چالوں کی
 اودھر نقلیں لکھی جاتی ہیں جنت کے قبالوں کی
 رہی ہے منصفوں میں قدر یہ صاحب کمالوں کی

مجرئی قید سے جب عابد بے پر چھوٹے
 شام میں شور ہوا آل پمیر چھوٹے

رن میں فرماتے تھے بھر کر نفس سر حسین
 بانو فرماتی تھیں ہاتھوں سے اجل کے ہے
 حر یہ کہتا تھا کروں گا مدد سبط رسول
 خاک پر گر کے دم نزع یہ اکبر نے کہا
 شہ نے زینب سے کہا مل کے گلے وقت وداع
 یہ غم اکبر و عباس میں کہتے تھے حسین
 لاش پر بیٹے کی شہ کہتے تھے ہم سے افسوس
 شاہ کہتے تھے رفیقوں سے چھٹے گودریا
 اصغر و شہ کے لگا گردن و بازو یہ جو سیر
 شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھوں سے
 لاش اصغر یہ کہا بانو نے اماں صدقے
 جا کے جنگل میں کیا باپ کا پہلو آباد
 غوڑ میں آ کے جو سفر کو یہ سمجھاتی تھیں
 وہ یہ کہتی تھی کہ ماں باپ سے جو چھوٹا ہو
 بیبیاں کہتی تھیں کیوں وٹوں پڑے در نہ پھریں
 گر بٹھاتا کوئی سند پہ تو کہتے سجادؑ
 زیر سر ہاتھ دھرے خاک پہ سو رہتا ہوں
 خلد میں رو کے سکینہ نے کہا سرور سے

مجھ سے کیا کیا مے اس رشت میں یاد چھوٹے
 نہ تو اکبر ہی بچے اور نہ اصغر چھوٹے
 اس میں فرزند جدا ہو کہ برا اور چھوٹے
 اب یقین ہے کہ نہ تا حشر یہ بستر چھوٹے
 اے بہن تم سے ہم اب تادم محشر چھوٹے
 آج حیدر سے چھٹے آج پمیر چھوٹے
 بعد اٹھارہ برس کے علی اکبر چھوٹے
 یہ دُعا مانگو کہ پایسوں سے نہ کوثر چھوٹے
 خوں کے دُرخموں سے نوا سے برابر چھوٹے
 دامن صبر نہ زیر دم خنجر چھوٹے
 چھ مہینے مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے
 ماں سے اس عمر میں بیٹا علی اصغر چھوٹے
 تیرے رونے سے تو ہسائیوں کے گھر چھوٹے
 اس سے رونا کہو دن رات کا کیونکر چھوٹے
 سر پہ وارث نہ ہے قید ہوئے گھر چھوٹے
 ہوئے چالیس برس بالمش و بستر چھوٹے
 چین تو اٹھ گیا جس روز سے سرور چھوٹے
 قید زنداں سے تو ہم چھوٹے پہر کر چھوٹے

آزادیہ ہے کہ ہنگامہ محشر میں ایسے ہاتھ سے میرے نہ دامان پمیر چھوٹے

(۶۳)

سلا می خلق کا آغاز و انجام اس پہ ظاہر ہے
 الہی بخش دے اپنے کرم سے میرے عصیاں کو
 دو عالم دو رقی ہیں اک کتاب صف حیدر
 جو اچھے ہیں انھیں ملتا ہے مرکز قرب چھوٹوں کا
 بھلا ان کی شنا کیونکر کرے کج مع بیاں مجھ سا
 کہا حضرت نے حُرے تیسرا فاقہ ہے پتھوں پر
 کہا عباس نے پانی تو پیئے دو مسلمانو
 حسین ابن علی کہتے تھے گرامت کے کام آئے
 پیادہ سیدِ سجاد سوئے شام جاتے ہیں
 پکارا خولیٰ ملعون صف آرا جب ہو حضرت ق
 حسین ابن نمیرِ روسیہ نے تب کہا منس کر
 حبیب ابن مظاہر تب پکائے اوشقی چپ رہ
 نبی کے لال کے رُتبے سے شاید تو نہیں واقف
 یہ وہ شبیر ہے ماں میں جناب فاطمہ جس کی
 اگر ہوشہ تجھ کو پوچھ لے ادروں سے لشکر میں
 کلیدِ قفلِ جنت ہے ولا آل محمد کی
 کہ جو اول ہے ہر اول سے ہر آخر سے آخر ہے
 کہ میں ہوں بندہ محتاج تو ہر شے پلا دے
 یہ مجموعہ ہے وہ جس کا نہ اول ہے نہ آخر ہے
 قریب قبرِ سرور تربت ابنِ مظاہر ہے
 فرشتوں کی زباں نداجی حیدر میں قاصر ہے
 مرے احوال کا رزاقِ عالم خوب ماہر ہے
 تمھارا یہاں سید ہے بکس ہے مسافر ہے
 یہ بچے بھی مے موجود ہیں یہ سر بھی حاضر ہے
 نہ محل ہے نہ ہوئج ہے نہ اشتر ہے نہ قاطر ہے
 نبی مجھ کو برہنہ سر نظر آئے یہ کیا سر ہے
 یہ اولادِ نبی کا سحر ہے جو تجھ پہ ظاہر ہے
 خدا لعنت کرے بیدین کو تو مرتد ہے کافر ہے
 یہ اعلیٰ ہے یہ تقی ہے یہ طیب ہے یہ طاہر ہے
 یہ وہ سید ہے جو قبرِ محمد کا محسوس ہے
 اے او کو رباطن اس کا رتبہ سب ظاہر ہے
 خدا کو جس نے پہچانا ہے وہ ان بھی ماہر ہے

کسی سے کچھ گلہ کرتا نہیں دُودن کے فاقے میں
 جو اندھا ہے تو آنکھیں چل کے مل نعلینِ سرور پر
 سخی ایسا ہے یہ سید کہ بہرِ اُمت عاصی
 مدینے سے سوئے کعبہ گیا کعبے سے یاں آیا
 ہزاروں مل کے لڑنے آئے ہو بیکس مہماں سے
 چڑبائی کس پہ فوجوں کی کس کو قتل کرتے ہو
 یہ فیضِ افضل ہے یہ ہر اعلیٰ سے اعلیٰ ہے
 کئے ہیں پادشاہِ بیس حج اس نے مدینے سے
 زباں جل جائے گی تیری معاذ اللہ تو بہ کر
 خبر لینا ایس زار کی یا احمدِ مرسل

(۶۴)

مجرائی گردشِ فلکِ پیر دیکھے
 مجرائی باغِ خلد کی تعمیر دیکھے
 عباس آئے رن میں تو اعدا میں غلّ ہوا
 جھلے وطن سے شہ تو یہ دورو کے کہتے تھے
 شہ کہتے تھے عدم کو گئے سب رفیق و یار
 دانستہ حرملہ نے خطا کی ہزار حیف
 کس یاس سے یہ کہتے تھے مولا ئے بکیاں

چوبِ شان و گیسوئے شبیر دیکھے
 چل کر بہارِ روضۂ شبیر دیکھے
 شیرِ خدا کے شیر کی تصویر دیکھے
 لے جائے کس طرف ہمیں تقدیر دیکھے
 ہم کارواں سے چھٹ گئے تقدیر دیکھے
 خلقِ صنیر دیکھے اور تیر دیکھے
 کب تک جفائے لشکر بے پیر دیکھے

پہلے تک یہ دشت میں زہرا کی تھی صدا
 زنداں میں سر کو پیٹ کے کہتے تھے اہلیت
 حیراں ہوں میں کہ کیوں نہ قیامت بپا ہوئی
 سجاد رو کے کہتے تھے چہلم قریب ہے
 گھبرا رہی ہے ہند میں اب رٹ لے انیس
 کب دفن ہوئے لاشہ شبیر دیکھئے
 کرتی ہے کب رہا ہمیں تقدیر دیکھئے
 چوب ریزید اور لب شبیر دیکھئے
 ملتا ہے تن سے کب سر شبیر دیکھئے
 چل کر بہارِ روضہ شبیر دیکھئے

(۶۵)

سلامی در شہ پہ گر جائیں گے
 ہراک آن یاں زندگی موت ہے
 چڑھے گی جو ندی مرے اشک کی
 پہن کر کہہ شاشہ نے رخت کہن
 کہا شہ نے اکبر سے ٹھہرو جو تم
 تمہارا سہارا ہے ہم کو فقط
 لعینوں سے کہتے تھے زینب کے لال
 دکھاؤ نہ تیغیں سمجھ کر صغیر
 کہا جا کے اعدا سے عباس نے
 نلے گانہ گر اب بھی پانی ہمیں
 گلوں سے جو اترے گا اک گھونٹ بھی
 سکینہ کی ننھی سی اک مشک سے
 تو سب کام بگڑے سنو رہائیں گے
 جئیں گے جو داں جا کے مر جائیں گے
 تو نظروں سے دریا اتر جائیں گے
 یہ کپڑے بھی تن سے اتر جائیں گے
 تو ہم بھی کوئی دم ٹھہر جائیں گے
 جو چھوڑو گے تنہا تو مر جائیں گے
 جو کچھ ہم سے ہو گا وہ کر جائیں گے
 ہم ایسے نہیں ہیں جو ڈر جائیں گے
 سرک جاؤ ہم نہر پر جائیں گے
 پھر دک کر کسی طفل مر جائیں گے
 تو اکھڑے ہوئے دم ٹھہر جائیں گے
 جو ہو نہر خالی تو بھر جائیں گے

حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ ق دم صبح ہم کوچ کر جائیں گے
 مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں نہ روو یہ دن بھی گزر جائیں گے
 عدد رنج دیتے تو کہتے تھے شاہ ہم اب پھر کے یاں نہ گھر جائیں گے
 یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی کہ اکبر جواں ہو کے مر جائیں گے
 خدا بات رکھے جہاں میں نیست یہ دن ہر طرح سے گزر جائیں گے

(۶۶)

مجرئی جبکہ عیاں ماہِ عزاء ہوتا ہے چرخ پر ماتم شاہ شہدا ہوتا ہے
 رونے والوں کا بھی کیا رتبہ ہے اللہ اللہ جن کے اشکوں کا خریدار خدا ہوتا ہے
 جنگ میں کہتے تھے ہنس ہنس کے مکھنوار حسین زخم کھانے میں بھی اکڑا ہوتا ہے
 سر حرگو دیں شہ نے لیا اللہ اللہ بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے
 کانپتی ہے لحدِ انورِ محبوبِ الہ قبر سے نانا کی شبیر جدا ہوتا ہے
 بر چھپیاں چلتی تھیں قاسم پہ تو کہتی تھی قضا رائد ہوتی ہے بنی قتل بنا ہوتا ہے
 دیر بیٹوں کو لگی رن میں تو زینب نے کہا لاشیں آتی ہیں اگر فضل خدا ہوتا ہے
 دیکھ کر شہ کو دم نزع جو روئے عباس ق پیار سے شہ لگے کہنے کہ یہ کیا ہوتا ہے
 کیوں خجل کرتے ہو پانی نہ ملا تو نہ ملا وہ کیا تم نے جو کچھ حق و فاء ہوتا ہے
 شمر کہتا تھا کہ بیعت سے عبث ہے انکار جو ستم شاہ پہ ہوتا ہے بجا ہوتا ہے
 دیکھ ہمیشہ کل پمیر کو یہ کہتے تھے عدو اس کے چہرے سے عیاں نورِ خدا ہوتا ہے
 رن میں کہتے تھے لعینوں کی شہ تشنہ دہن ق بند پانی جو کیا تم نے تو کیا ہوتا ہے

میرے من میں وہ محمد کی زباں کا ہے اثر
شاہ سے اکبر غازی نے کہا جان پسلی
پھیر دیں آنکھیں جو اصغر نے پکاری بانو
شاہ رو دیتے تھے کہتی تھی سکینہ جس دم
ماں نے عباس کی اتم سلمہ سے پوچھا ق
بولی وہ غش میں پڑی رہتی ہے غش میں بھی مگر
شاہ کو روتی سکینہ تو یہ کہستی بانو
شر کے لب بٹتے ہوئے دیکھ کے زینب نے کہا
حوسلہ تھا یہ حسین ابن علی کا ورثہ
تا بہ چلم یہ صدا آتی تھی میدان میں نیس

شجر خشک پہ تھو کوں تو ہرا ہوتا ہے
زخم میں چھاتی کے اب درد سوا ہوتا ہے
دوڑواے بیہودہ دیکھو تو یہ کیا ہوتا ہے
پیاس سے سینے میں دم اب تو خفا ہوتا ہے
تب سے بچی کو افاقہ بھی ذرا ہوتا ہے
کبھی ماں کا کبھی بہنوں کا گلا ہوتا ہے
موت ہے باپ سے بچہ جو جدا ہوتا ہے
صاحبو نیزے پہ بھی ذکر خدا ہوتا ہے
سجدہ خنجر کے تلے کس سے ادا ہوتا ہے
دیکھیں کب قید سے سجا دربا ہوتا ہے

(۶۶)

ہوا ہو عشق شنائے ابو تراب مجھے
تہہ زمیں نظر آئے ہیں بو تراب مجھے
شنائے شہ میں جو طفلی سے کی عرق ریزی
خزانہ گہرے بہا تھا پردوں میں
گل حلیقہ زہرا نے آبرودے کر
چھلکتے بام رہیں مے کدہ رہے آباد
بہت کچے گا ادھر سے ہوئی جو باش اشک

خدا نے کر دیا ذرے سے آفتاب مجھے
ملا ہے قبر کی ظلمت میں آفتاب مجھے
بڑھی زباں کی فصاحت ملا شباب مجھے
دکھائے چشم نے کیا کیا درخوش آب مجھے
کلی سے پھول کیا پھول سے گلاب مجھے
خیم غدیر کی دے سا قیا شراب مجھے
برس کے جوش میں لاتا ہے کیوں سحاب مجھے

غم حسین میں نندی چڑھی یہ اشکوں کی
 کبھی نہ دوں مرقی روئے شاہ سے نسبت
 سند معافی عصیاں کی ہے ہر ایک ورق
 رُخِ حسین سے دعوائے ہمسری کیا خوب
 نقاب رُخ سے اُلٹ دیجے یا علی اکبر
 یہ قول حُر تھا کہ میں دفترِ جہاں میں ہوں فرد
 صدایہ دتی تھی حضرت کو ذوالفقارِ علی ق
 وہ برق ہوں میں کڑکڑے ابھی اڑا دوں گی
 حسین کہتے تھے دریا یہ مر گئے عبت اس
 صدایہ آتی تھی مقتل سے بعدِ قتل حسین ق
 عزیزِ بکیں و مظلوم و تشنہ کام و شہید
 حسین کہتے تھے اے تیغِ سب فنا ہو جائیں ق
 ترانہِ ظہرِ بے دنیا میں کوئی اور نہ مرا
 وہ تشنہ کام میں بحرِ جہاں میں کہتے تھے شاہ
 پدر کے غم میں تڑپتی ہوں کہتی تھی صفرا
 سکینہ کہتی تھی بابا کلیجہ پھینکتا ہے
 قدم نہ چھوڑوں گی میں شہ سے کہتی تھی نینب
 بندھی رسن میں جو گردن تو بولے عابدِ زار

کہ آساں نظر آنے لگا حباب مجھے
 ہزار طرح سے چھینٹے جوئے گلاب مجھے
 پسند ہے غمِ شبیر کی کتاب مجھے
 دکھائے زلف تو چہرے پہ آفتاب مجھے
 چمک دکھا کے جلاتا ہے آفتاب مجھے
 کیا ہے شہ نے ہزاروں میں انتخاب مجھے
 کمرے کھینچے یا ابنِ بُوترا اب مجھے
 سمٹ کے روکے تو ڈھالوں کا یہ سحاب مجھے
 چھری کی دھار سے اب کم نہیں یہ آب مجھے
 کسے خبر ہے جو حاصل ہوئے ثواب مجھے
 ملے ہیں خلق میں سرورے کے یہ خطاب مجھے
 ستم کی فوج پہ آئے اگر عتاب مجھے
 تجھے ہلال بنایا ہے آفتاب مجھے
 کہ پھوٹ پھوٹ کے روئے گا ہر جہاں مجھے
 نہ چین آتا ہے اے بیبیو نہ خواب مجھے
 خدا کے واسطے لا دو کہیں سے آب مجھے
 جلو میں چلنے دو تھامے ہوئے کاب مجھے
 خدا نے آج کیا مالکُ الرقاب مجھے

زمین ہند میں مٹی مری خراب نہ ہو کر و بخت میں طلب یا ابو تراب مجھے
کئے جو آ کے نکیرین نے سوال انیس بتا دیئے مرے مولانے سب اب مجھے

(۶۸)

قاسم نار و جہاں زنج جو پایا سا ہوئے
اوج میں اوج سلماں سے بھی بالا ہوئے
واہ کیا اوج پہ ہے بزم عزائے شہ دیں
واہ کیا روضہ پر نور ہے اللہ اللہ
حرملہ شمر سے کہتا تھا کہ حسرت ہے مجھے
حویہ کہتا تھا مرے دل کی تمنا ہے یہی
گھر گئے فوج میں عباس تو بولا یہ عسمر ق
پھر یہ نوافل سے کہا بڑھ کے لگا اک تلوار
رات کو بیاہ ہوا صبح بنی راند بنی
شہ نے صفرا سے کہا دیکھ لوجی بھر کے ہمیں
ہے غضب اس کا پسر نہر پہ پایا ہو شہید
ظلم کرتے تھے عدو شہ پہ تو کہتے تھے ملک
موتے مرتے بھی پڑھی شہ نے نماز واجب
دیرا صفر کو لگی رن میں تو بانو نے کہا ق
علی اکبر تو ہوئے تیغوں سے ٹکڑے ن میں

مجرئی حشر نہ کیوں خلق میں برپا ہوئے
مجرئی شاہ کا گر ہو تو یہ رتسا ہوئے
یاں پہ ادنیٰ بھی جو آ جائے تو اعلیٰ ہوئے
یاں پہ ادنیٰ بھی اگر آئے تو اعلیٰ ہوئے
خلق اصغر مرے ناوک کا نشانا ہوئے
قصر فردوس ہوا اور سایہ طوبا ہوئے
لطف جب ہے کہ یہ تیروں کا نشانا ہوئے
ایک ہی ہاتھ میں بیکار یہ شاننا ہوئے
حیف چو کھٹی کے عوض شام کا چالا ہوئے
کر بلا جاتے ہیں شاید کہ نہ آنا ہوئے
مہر میں جس کے ہر اک خلق کا دریا ہوئے
خلق میں صابر و شاکر ہو تو ایسا ہوئے
عابد و راکع و ساجد ہو تو ایسا ہوئے
فوج اعدا نہ کہیں ورپے ایذا ہوئے
کہیں اصغر بھی نہ تیروں کا نشانا ہوئے

بعد قتل شہدیں فوج سے بولا یہ عسمر ت کہیں عابد بھی پے جنگ نہ آتا ہوئے
لوٹ لور انڈوں کو اور قید کرو اس کو بھی خیمہ شاہ بھی جل جائے تو اچھا ہوئے
روکے زینب نے کہا کیوں فلک نا انصاف شہر برباد ہو آباد یہ صحرا ہوئے
اے انیس اپنی خوشی بس یہی ہے حشر کُن میں بھی اس جا ہوں جہاں پر مآقا ہوئے

(۶۹۱)

فقیری میں دل بادشا چاہیئے سلامی تو نکل سدا چاہیئے
سلامی تجھے اور کیا چاہیئے غم شد میں ہر دم بکا چاہیئے
کہا حُر نے حضرت کی رو کی تھی راہ ت مجھے اس خطا کی سزا چاہیئے
گلے سے لگا کر یہ شہ نے کہا ملا خلد اب اور کیا چاہیئے
دو لہن نے کہا روکے صندل چھڑاؤ ت بس اب خاک افشاں کی جا چاہیئے
بڑھائے مری ناک سے نکتہ کوئی مجھے سرخ پوشاک کیا چاہیئے
ہوئے قتل اکبر تو شہ نے کہا ولا تجھ کو شکر خدا چاہیئے
دم قتل شہ نے کہا شمر سے ت ترس مجھ پہ او بے حیا چاہیئے
اگر کاٹتا ہے گلے کو مرے تو اک بوند پانی دیا چاہیئے
سرشہ سے زینب نے رو کر کہا ت چھپانے کو منہ کے ردا چاہیئے
صدا آئی سرے کہ بکیس بہن بہر حال شکر خدا چاہیئے
سکینہ نے رو کر کہا شمر سے یتیموں پہ خوف خدا چاہیئے
سرشہ سے زینب کو آئی صدا ت نہ شکوہ نہ لب پر بگلا چاہیئے

مناسب یہی ہے کہ ہر رنج میں بہن عاصیوں کی دعا چاہیے
مجھے درو عصیاں سے ہوئے نجات
دعا کر یہ خالق سے ہر دم انیس
لحد میں بھی خاکِ شفا چاہیے
مجھے اس کا شہ سے صلہ چاہیے

(۷۰)

مجرئی قتل جب اکبر سا پسر ہو جائے
جہہ سائی در شبیر کی ہوئے جو نصیب
قتل کی شب یہی شبیر کی تھی حق سے دعا
کہتے تھے شہ عمر سعد اگر مہلت دے
جس جگہ آب کا ہو کام غضب ہے یا رو
تیرا صفر کے گلے پر جو لگائیں ظالم
شاہ فرماتے تھے رو کر مجھے غم ہے کہ کہیں
پوچھا زینب نے ہوئی فتح تو سرور نے کہا
رن میں اکبر کو لگے تیر تو ماں کا اس کی
جا کے ڈیوڑھی پہ یہ چلائی کہہ دو یا شاہ
نالی کہتی تھی سفر سے پھرے جب تک شبیر
کہتی تھی فاطمہ صغرا اگر آئیں بابا
لایں ڈھالیں تو یہ بیٹوں نے کہا زینب سے
منے والوں کو تو درکار نہیں ہیں ڈھالیں
غم سے کیوں ٹکڑے نہ ٹکڑے کا جگر ہو جائے
تو یقین ہے کہ جبیں رشک قمر ہو جائے
یا الہی کہیں جلدی سے سحر ہو جائے
آج کی رات عبادت میں بسر ہو جائے
اس جگہ خنجر قاتل کا گزر ہو جائے
کیوں نہ خم مثل کہاں شہ کی کمر ہو جائے
قتل اکبر کی نہ صغرا کو خبر ہو جائے
سرکٹا دوں تو مہم جنگ کی سر ہو جائے
تھا یہ نزدیک کہ سو ٹکڑے جگر ہو جائے
گھر میں اک دم کو مرا نورِ نظر ہو جائے
کہیں صغرا کا نہ دنیا سے سفر ہو جائے
کیسا اُجڑا ہوا آباد یہ گھر ہو جائے
ایک اک نیچے بس زینب کمر ہو جائے
چاہیے جنگ میں سینہ ہی سپر ہو جائے

لگ کے چھاتی سے پدر کی یہ سکینہ نے کہا
 بولے عابد اسے کیا سوچھے سوار ورنے کے
 پھر چلو سوے وطن صلیح اگر ہو جائے
 جس کی آنکھوں سے نہاں روئے پد ہو جائے
 کہا سجاد نے اعدا جو مجھے رونے دیں
 دامن دشت ابھی اشکوں سے تر ہو جائے
 شاہ پر چھوڑ کے گھر بار فدا ہوں جو انیس
 ان کا کیونکر دل زہرا میں نہ گھر ہو جائے

(۷۱)

ذکر شہ کر کے محبوں کو رلایا میں نے
 شاہ کہتے تھے مرے بھائی کے بازو کاٹے
 اپنا گھر مجرئی جنت میں بنایا میں نے
 اس پہ بھی ہاتھ نہ امت پٹھایا میں نے
 شاہ کہتے تھے کہ پایا مرا مہاں ہوا قتل
 ق حُر کے مرنے کا بڑا رنج اٹھایا میں نے
 آئی آواز علی کی نہ کڑھو اسے بیٹھا
 اب کوثر ترے مہاں کو پلایا میں نے
 بانو کہتی تھی نہ دیتی میں رضا میداں کی
 ق ہائے اکبر تمہیں ہاتھوں سے گنوا یا میں نے
 کوئی حسرت نہ مرے دل کی بھلنے پائی
 تم کو دو لہا بھی نہ اسے لال بنایا میں نے
 شاہ کہتے تھے یہ قاصد سے بصد درد و بکا
 ق پانی دو روز سے قاصد نہیں پایا میں نے
 کہیو صغرا سے کہ مشکل ہے وطن میں آنا
 اب تو بی بی اسی جنگل کو بسایا میں نے
 بانو کہتی تھی میں جیتی رہی ہے بے قسمت
 ق تیرے بدلے علی اصغر کے نہ کھایا میں نے
 جلتی ریتی پہ کیا آج آنکھوں نے آرام
 چھ مہینے جنہیں چھاتی پہ سلایا میں نے
 مارا اکبر کو تو کہتا تھا یہی ابن نمیر
 آج تصویر بر محسد کو مٹایا میں نے
 سر بے تن سے یہ حضرت کے صدا آتی تھی
 ق نیزے پر مرتبہ معراج کا پایا میں نے
 شمر کہتا تھا دکھایا کئے وہ خشک زباں
 ق اور پانی نہ دم نرج پلایا میں نے

نام زہرا و محمد کا تھا جس سے روشن
خولی کہتا تھا کہ زینب کو رُلانے کے لئے ق
جو کہ کاندھے پہ محمد کے چڑھا تھا اکثر
کام عقبی کا نہ کچھ کر چلا دُنیا میں انیس

(۷۲)

مجراسے جولا غرور بخورتی بھی ہے
پیدل تو آگے آپ سے اور پیچھے اُونٹ پر
کہتے تھے لوگ دیکھ کے زینب کو ننگے سر
شکر میں غل تھا آمدِ عباس سے ڈرو
رور و سکینہ کہتی تھی اکبر کی لاش پر ق
غلطاں ہیں خاکِ خوں میں یہ خسار چاند سے
قاسم کا سر دکھا کے یہ حاکم سے بولا شمر
زینب کا صبر دیکھ کے فرماتے تھے حسین ق
دو بیٹے اپنے راہِ خدا میں فدا کئے
قاسم کا خیمہ دیکھ کے کہنے لگی قضا
مُحَلّے بہشت کے جو پہنتا تھا اس کی لاش
قاسم چپا سے کہتے تھے رخصت ملے مجھے
وقتِ وداع کہتے تھے زینب سے رو کے شاہ
محبوس طوق بھی ہے اسیرِ محن بھی ہے
عربان سر پہ بھی ہے ماں بھی بہن بھی ہے
یہ بنتِ فاطمہ بھی ہے شہ کی بہن بھی ہے
فرزندِ مر قضا بھی ہے اور صفِ شکن بھی ہے
تینوں شے ٹکڑے ہائے یہ نازکِ من بھی ہے ق
ڈوبی لہو میں زلفِ شکن و شکن بھی ہے
اوروں کے ساتھ قید میں اس کی لہن بھی ہے
زہرا کا جو چلن تھا وہ اس کا چلن بھی ہے ق
قائم مقامِ فاطمہ میری بہن بھی ہے
شادی کا بھی مکاں ہے یہ بیتِ الحزن بھی ہے
بے غسل بھی ہے ہائے غضبِ بے کفن بھی ہے
امیدوارِ حرب کا ابنِ حسن بھی ہے
بھینا بس آج خاتمہِ بخشش بھی ہے

کہتے تھے زخم کھا کے لعینوں گرن میں شاہ
 پہنا شہانہ جوڑا تو قاسم نے یہ کہا
 عابد نے جب کہا کہ نہ غسل و کفن ملا
 ق با با سا میرے کوئی غریب الوطن بھی ہے
 یوں وقتِ دفن آئی سر شاہ سے صدا
 بیٹا نہ روؤ خاک سے بہتر کفن بھی ہے
 بولا یزید دیکھ کے دندانِ شاہ دیں ق
 چٹائی بنتِ فاطمہ اس دم کہ اوشقی
 کچھ تجھ کو پاس روحِ رسولِ زمین بھی ہے
 زہرا کا بھی علی ولی کا دامن بھی ہے
 مقبول ہے امیس وہ جس کی زبان پر
 حمدِ خدا بھی ہے صفتِ پنجتن بھی ہے

(۷۳)

مجراسے جو کہتی تھی با با چلے گئے
 صفرا یہ رو کے کہتی تھی کس بکیسی سے ہائے
 کہتی تھی رو کے مادرِ قاسم کہ میرے لال
 اکبر جو گم ہوئے تو یہ کہتے تھے شاہ دیں
 کہتی تھی بانو جان چلی میری اُن کے ساتھ
 اصغر کو دیکھتی نہ سکی نہ تو پوچھتی
 کہتی تھی بانو یاد جب آتے تھے شاہ دیں
 منہ ڈھانپے بانو کہتی تھی رو رو کے میرے لال
 کہتی تھی بانو خواب میں اصغر کو دیکھ کر
 صحت ہو کیا کہ میرے میٹھا چلے گئے
 پھر پھر کے دیکھتے مجھے با با چلے گئے
 جی بھر کے بھی دولہن کو نہ دیکھا چلے گئے
 آؤ ردہ ہو کے باپ سے بیٹا چلے گئے
 اصغر کو لے کے جب شہ والا چلے گئے
 اماں تمہاری گود سے بھنیا چلے گئے
 لونڈی کو دکھ میں چھوڑ کے آقا چلے گئے
 کیا آئے ماں کی گود میں اور کیا چلے گئے
 ق مادر کو اپنی چھوڑ کے بیٹا چلے گئے

تم تو کسی کی گود میں اصغر نہ جاتے تھے کیونکر اجل کی گود میں بیٹا چلے گئے
 بالی سکینہ قید میں گھٹ کر یہ کہتی تھی اس دکھ میں چھوڑ کر مجھے بابا چلے گئے
 قسمت نے یادری کی تو سن لیجیو انیس

(۷۴)

واجب الرحم تھے زندی کے سزاوار نہ تھے مجرئی اہل حرم قابلِ بازار نہ تھے
 شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار نانا صاحب کے بھی اس طرح کے انصاف نہ تھے
 کہا زہرا نے فلک میں نے ستایا تھا کسے میرے بچے تو اس آفت کے سزاوار نہ تھے
 بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسن کیا ہوا پھولوں کے گرن میں اگر ہار نہ تھے
 صبح عاشور تلک ساتھ تھے مولا کے رفیق عصر کے وقت اکیلے تھے جلو دار نہ تھے
 کہا صفرانے کہ فرقت نے پدر کی مارا آگے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
 شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے دہن زخم بدن دیدہ خونبار نہ تھے
 تیرا صفر کو جو مارا تو کہا سرور نے ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
 بولے عابد کہ فدائے شہ دیں غیر ہوئے اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار تھے
 گل سے تلوؤں کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال کونسا چھالا تھا وہ جس میں کہ دو خار نہ تھے
 شہ کے دانتوں پہ چھڑی رکھ کے کہا ظالم نے ہم نے اس طرح کے دیکھے دُشہوار نہ تھے
 گر مسیح دو جہاں کا ہوا افضال انیس

(۴۵)

اعدا حرم کو مشل گنہگار لے گئے مہجرائی بے ردا سہر بازار لے گئے
 اعدا سے شاہ کہتے تھے اب جنگ کیا کروں طاقت تو میری بھائی علمدار لے گئے
 زینب شہسوار ہو گئی بیٹوں کے عزم پر جب آکے دونوں جنگ کے ہتھیار لے گئے
 جب اس نے خط دیا علی اکبر کے نام کا قاصد کو لاش پر شہ ابرار لے گئے
 لکھا تھا فاطمہ نے علمدار کو گلہ ہم کو نہ ساتھ عثم و قادار لے گئے
 کہتی تھی فوج شام کہ لہجہ عرب کا ہے باتوں میں حر کو سید ابرار لے گئے
 اصغر لپٹ کے باپ سے روتے تھے بار بار جب ماں کی گود سے شہ ابرار لے گئے
 مادر لپٹ کے تربتِ اصغر سے کہتی تھی مجھ کو نہ ساتھ اے مرے لدار لے گئے
 کھینچی مہار اُونٹوں کی مقتل سے شام تک بارگراں یہ عسا بدر بیمار لے گئے
 بالوں سے منہ چھپائے ہوئے اشکبار تھے مجلس میں جب حرم کو ستمگار لے گئے
 لکھا ہے سر حسین کا روتا تھا طشت میں سیدانیوں کو جب سرور بار لے گئے
 روئیں گے ہم لپٹ کے مزارِ حسین سے گمراہ کے در پہ طالع بیدار لے گئے
 جائے گا تو انیس مقرر بہشت میں سن لیجیو کہ حیدر کزار لے گئے

(۴۶)

چشموں میں اشک ہیں جو سرا سبزے ہوئے دامن میں مہجرائی کے ہیں گوہر بھرے ہوئے
 مشرق سے داد خواہ نکلتا ہے ہر سحر منہ کو لہو سے خسروِ خاور بھرے ہوئے
 صرف خزاں ہوا تھا جو گلزارِ فاطمہ بھولی میں تھے اجل کی گل تر بھرے ہوئے

برائے تھے یہ ظالموں نے شہ پہ تیر ظلم
 کہتے تھے شاہ جاؤں گانا نا کے سامنے
 شہ کہتے تھے ہیں تشنگی میں میرے منتظر
 کہتے تھے شاہ شیر خدا ہوں میں ظالمو
 مقتل میں لوٹتے تھے طیور ان کمر بلا
 جنت میں حوریں کہتی تھیں پیاسوں کے واسطے
 صغرا کا رنگ ارگیا دل کا نپسنے لگا
 اکبر کی لاش ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر طرف
 پیش امیر شام گئے کس غم و رے
 عابد کو لے گئے تھے جو ظالم پیادہ پا
 یوں جلوہ گر تھے ظلمت زنداں میں اہل بیت
 بچوں سمیت گرمی میں رہتے تھے اہل بیت
 ٹکراتی تھیں جو رورو کے سراپا بیباں
 سجاد کے جو گل سے کف پافگار ہے
 عابد وطن میں کہتے تھے ظلم یزید سے
 ماتم میں شاہ کے ہمہ تن درد ہوں انیس

پریاں تھے جسم پاک کے اندر بھر ہوئے
 اصغر کے خوں سے روئے منور بھی ہوئے
 کوثر کا جام ساتی کوثر بھرے ہوئے
 میں مجھ میں ذوالفقار کے جوہر بھر ہوئے
 خونِ تن حسین سے شہپر بھرے ہوئے
 کوثر کے گرد رکھے ہیں ساغر بھی ہوئے
 آیا جو بال خوں میں کبوتر بھرے ہوئے
 آنکھوں میں اشک سبب پیمبر بھی ہوئے
 تلواریں شہ کے خوں میں ستمگر بھر ہوئے
 تھے آبلوں میں خار سراسر بھرے ہوئے
 دامنِ شب میں جیسے بول ختر بھی ہوئے
 زنداں کے ایک حجرے کے اندر بھرے ہوئے
 تھے خوں سے قید خانے کے رب بھر ہوئے
 تھے خوں سے خار صورت نشتر بھرے ہوئے
 افسوس خالی ہو گئے کیا گھر بھرے ہوئے
 رگ رگ میں جائے خون ہیں نشتر بھر ہوئے

خدا کی راہ کے سونے میں لب کو بند نہ کر
 ہوا سخن کا بہت شہر شہر میں شہر ہ
 پکارتا ہے نہیبِ عدالت حیدر
 خدا کی شان ہے منزل پہ کہتے تھے سجاد
 دراکی ہے یہ صدا منزلیں ہیں سب پر خون
 یہ شرط ہے کہ نہ دعویٰ کروں طلاقت کا
 لکھی ہے نجات میں گردش جو صورت پر کار
 بلا کسی طرف آئے گی رُخ ادھر ہوگا
 لکھا ہے یہ کہ مکاں تھا وہ اُمّ بانی کا
 زہے براق سبک رو کی تیسز رفتاری
 حرم حق میں جو پہنچے تو سر اٹھا کے کہا
 انیس بارِ عداوت پہ اور بارِ گناہ

بڑی ہے خیر اگر کام کچھ زباں سے چلے
 جدہ سلم کی طرح ہم چلے زباں سے چلے
 کہ باز پنج کے کبوتر کے آشیاں سے چلے
 یہ بوجھ بطریوں کا مجھ نے ناتواں سے چلے
 مسافر وہ نہ کوئی بڑھ کے کارواں سے چلے
 کسی کی تیغ جو بڑھ کر مری زباں سے چلے
 پھر آگئے اسی مرکز پہ ہم جہاں سے چلے
 نشانہ ہونگے ہمیں تیر جس کہاں سے چلے
 رسول حق شب معراج جس کہاں سے چلے
 اس آسمان سے گزے اس آسمان سے چلے
 خدا کی شان کہاں آگئے کہاں سے چلے
 اٹھا وہ بوجھ جو اس مشیت استخوان سے چلے

(۷۸)

انساں کو چاہئے کہ خیالِ قضا رہے
 دُنیا کا بھی محل ہے عجب عاریت سرا
 بحرِ جہاں میں قطروں نے بھی سراٹھائے ہیں
 کشتی کو اس کی موجِ حواث سے خون کیا
 زینب کو آرہی تھی صدا شہ کی بعدِ قتل

ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا رہے
 ہم آج رہ کے اٹھ گئے کل اور آ رہے
 دیکھیں کہ ان جہالوں کی کب تک ہوا رہے
 بحرِ جہاں میں جس کا علی ناخدا رہے
 اب تا بہ حشر تم سے بہن ہم جدار رہے

کیا قبر ہے امام کو پہنائیں بیڑیاں
یارب ہو پنج میں محمدِ ذاکرِ حسین
جبلِ المتین جو ہو وہ رسن میں بندھا ہے
اللہ کیا نک ہے کلامِ انیس میں
ہو اس طرف نجف تو اُدھر کر بلا رہے
دشمن بھی گر پڑھے تو زباں پر مزار ہے

(۷۹)

سنگِ خارا ہے جو اس غم سے نہ ہو دل پانی
کس طرح غم سے نہ ہو مجرئی کا دل پانی
مجرئی شہ نے نہ پایا دمِ بسمِ پانی
جانِ عباس لگی تن سے کنا راکر نے
نہ ملا شہ کو تہِ خنجرِ قاتل پانی
کہتے تھے شہ ہمیں پانی نہیں دیتے اعدا
بہہ گیا مشک سے جس دم لبِ ساحل پانی
جان دینے پہ بھی ہوتا نہیں حاصل پانی
چلتا تھا ذبح میں رُک رُک کے زبِ خنجرِ شمر
جانور پیتے ہیں آکر لبِ ساحل پانی
چین کچھ ہوئے تو ہو عالمِ باقی میں انیس
حلقِ سرور سے صدا آتی تھی قاتل پانی
راحت اس منزلِ فانی میں ہے مشکل پانی

(۸۰)

صورتِ آئینہ استغنا کے جو ہر کھل گئے
مہرِ حیدر جب ہوئی فردوس کے در کھل گئے
ایک درہم پر ہو اگر بند سودر کھل گئے
چرخ سے بہرِ رسولِ تری نحتی بے شک نو انفار
بابِ رحمت ہم پہ مثلِ بابِ خیبر کھل گئے
کب بیاں ہو سکتی ہے شہ کی مصیبت انیس
آئی قبضے میں علی کے جب تو جو ہر کھل گئے
جب پڑھے ہم نے مصائبِ غم کے در کھل گئے

مخمس در منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام از میر انیس مغفور

علی فخر بنی آدم علی سر علی سرور علی صفدر علی شیر صفت میداں
 علی ہادی علی ایماں علی لطف و علی احساں علی حکمت علی شافی علی دار و علی درماں
 علی جنت علی نعمت علی رحمت علی غفراں
 علی واصل علی فاضل علی شامل علی قابل علی فیض و علی جود و علی بذل و علی باذل
 علی نوح و علی کشتی علی دریا علی ساحل علی عالم علی عادل علی فاضل علی کامل
 علی افضل علی مفضل علی لطف و علی احساں
 علی آقا علی مولا علی سید علی سرور علی کعبہ علی قبلہ علی مسجد علی منبر
 علی تارک علی افسر علی زینت علی زیور علی نور و علی انور علی دُر و علی گوهر
 علی ساتی علی کوثر علی مالک علی رضواں
 علی بحر و علی معدن علی برد و علی گلشن علی فتح و علی نصرت علی آرام جان و تن
 علی درع و علی خود و علی تیغ و علی جوشن علی محسن علی احسن علی خازن علی مخزن
 علی مامن علی مومن علی آہن علی ایماں
 علی منبر علی صادق علی بنیا علی سامع علی فائق علی فاتح علی صانع علی قانع
 علی امر و علی نہی و علی حاکم علی دانا علی شافع علی نافع علی رافع علی واقع
 علی جامع علی قاطع علی حجت علی برہاں

علی عیسیٰ علی موسیٰ علی خضر و علی یحییٰ علی دانا علی بینا علی گوہر علی دریا
علی حاکم علی عادل علی جنت علی طوبے علی قاضی علی اقضیٰ علی مرجع علی ملجأ
علی یسین علی طہ علی حسر و علی قسراں

علی سابق علی صادق علی ثابت علی قسائد علی اشرف علی اعلیٰ علی ناصر علی ماجد
علی کافی علی وافی علی واجد علی شاہد علی واحد علی زاہد علی راکع علی ساجد
علی مرشد علی ہادی علی رببر علی رہباں

امام مشرق و مغرب شریف یثرب و بطنہ امین حامی پیغمبر امام مسجد اقصیٰ
علیم و عالم اسرار سبحان الذی اسریٰ علی والی علی عالی علی والا علی اعلیٰ
علی جامع علی فارق علی اولیٰ علی قسرتاں

انیس ان چند بندوں کا صلہ ہے گلشن جنت نہ گھبرا اس مرض سے بعد ہے آزار رحمت
اسی طاقت بھی دیں گے ان کو ہے ہر طرف کی قدرت علی حرمت علی نصرت علی شوکت علی حشمت
علی حکمت علی صحت علی دار و علی درماں

مناجات

مبتدائے غم دل ناشاد ہے منحرف چرخ بستم ایباد ہے
یہ زمانہ بر سر بیداد ہے آپ پر روشن مری روداد ہے
اب مدد کیجئے دم امداد ہے یا امیر المومنین نصیر یاد ہے

یا علی یا ایلیا یا بواحسن اے رسول کبریا کے جان و تن

اے مددگار حبیب ذوالحسن ہے بھوم حسرت ورنج و محن

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

ہے مدد کا وقت یا شاہ نجف اک طرف میں اور زمانہ اک طرف

دیجئے مولا صدائے لا تنجف جان شیریں مفت ہوتی ہے تلف

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

رکھ تو یہ اور ہم نفس کوئی نہیں دیکھتا ہوں پیش و پس کوئی نہیں

میں تن تنہا ہوں بس کوئی نہیں آپ ہیں فریاد رس کوئی نہیں

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

روز و شب رہتا ہے راحت میں خل کل نہیں اک آن دل کو آج کل

بجھ گیا ہے خود بخود دل کا کنوئل آپ گر چاہیں تو سب عقدے ہوں حل

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

سب طرح کی آپ کو قدرت ہے آج جس کو چاہیں اس کو بخشیں تخت و تاج

خود بخود افسردہ رہتا ہے مزاج اے مسیحا کیا کروں اس کا علاج

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

آپ ہیں نامِ خدا دستِ خدا آفتابِ مشرقِ لطف و عطا
جانشینِ حضرتِ خیرِ الورا مقتدا والا ہسم بحرِ سخا

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

سب پہ روشن ہے یہ اے والا جناب مہر سے ڈرے کو کر دو آفتاب
ان دنوں ہے دل کو رنج و اضطراب حل مری شکل بھی ہو جائے شتاب

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

ہے محبتِ دل کو جو حد سے زیاد بھولتی اک دم نہیں حضرت کی یاد
آپ پر ظاہر ہے میرا اعتقاد کس سے مانگوں پھر بھلا دل کی مراد

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

اے خدیو ملکِ دیں شاہِ حجاز اے دو عالم کے معین و کارساز
اے درِ دریائے راز بے نیاز قلزمِ آفت میں ہے میرا جہاز

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

آپ کے در کا گدا ہوں یا علی نام اقدس پر خدا ہوں یا علی
 لائق لطف و عطا ہوں یا علی قیدیِ دامِ بلا ہوں یا علی
 اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین سرِ یاد ہے

ایک سینہ اور سو حسرت کے داغ گھر نہ بھاتا ہے نہ صحرا اور نہ باغ
 بجھ گیا ہے دل نہیں غم سے سراغ گرمِ آدائے تو دشمن ہو چراغ
 اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین سرِ یاد ہے

ہے زباں پر قصہ سلمان و شیر سرکشوں کو کر دیا حضرت نے زیر
 خود کئے فاتے کیا بھوکوں کو سیر میرے مطلب میں شہا کیوں اتنی دیر
 اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین سرِ یاد ہے

کھول دو عقدوں کو یا مشکل کشا تھام لیجے ہاتھ یا دستِ خدا
 آپ ہیں کونین کے حاجت روا میں پکاروں کس کو حضرت کے سوا
 اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین سرِ یاد ہے

دُرِ بحرِ صولت و شوکت ہیں آپ اور قسیم کو ثروت و جنت ہیں آپ
 عاصیوں کے واسطے رحمت ہیں آپ ناخدا کے کشتی امت ہیں آپ

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

بطین ماہی میں ہوئے یونس جو بند خار خار غم سے تھا دل درد مند

آپ نے ان پر نہ آنے دی گزند فکر میں ہے میری جان مستمند

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

مصر کے زنداں میں یوسف تھے اسیر اور نہ تھا غربت میں کوئی دست گیر

دی رہائی ان کو اے کل کے امیر قید غم میں حال ہے میرا تغیر

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

شاد سن مقصود امر کُن فکاں شیر حق مطلوب روح و جسم و جاں

عالم اسرار پیدا و نہاں قاسم روزی امام دو جہاں

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

زیب فرش و عرش و کرسی و فلک خادم درگاہ عالی ہیں ملک

مالک کل ہو نہیں کچھ اس میں شک میرے مطلب میں تا مل لب تک

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

یا علی روحی و قلبی فداک تاج سر ہے آپ کے قدموں کی خاک
تین غم سے ہے کلیجہ چاک چاک لاکھ صدیوں میں ہے جان دردناک

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

العطا اے تاجدارِ وصل اُتی الحفیظ اے شہسوارِ لافتی
الاماں اے ضیغم ربِّ علا الغیاث اے خسروِ خیر کُشا

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

اے چراغِ طور ایماں الغیاث اے محمد کے دل و جاں الغیاث
اے شہنشاہِ غریباں الغیاث الغیاث اے شاہِ مرداں الغیاث

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

آپ کو روحِ پمید کی قسم آپ کو زہراے اطہر کی قسم
آپ کو شبیر و شہر کی قسم آپ کو سلمان و قنبر کی قسم

اب مدد کیجئے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

قربِ زین العابدین کا واسطہ باقرِ علمِ مبیں کا واسطہ
جعفرِ صاحبِ یقین کا واسطہ کاظمِ گردوں نشیں کا واسطہ

بہر سوزِ سینہٴ موسیٰ رضا بہرِ اکرامِ تقی مقتدا
بہرِ توقیرِ نقی شاہِ ہدا بہرِ قربِ عسکری با خدا
اب مدد کیجے دمِ امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

مہدی ہادی کا صدقہ یا امام مطلبِ دل میرے بر لاؤ تمام
مجھ سے ہو سکتا نہیں کچھ انتظام آپ پر موقوف ہیں سب میرے کام
اب مدد کیجے دمِ امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

ہے زیارت کے لئے دل بے قرار روضہٴ اقدس پہ ہوں کیونکر نثار
ہاں بلا لے اے امیرِ تاجدار آپ ذی قدرت ہیں میں بے اختیار
اب مدد کیجے دمِ امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

گھیرے رہتی ہے مجھے اکشر بلا ہند میں موجود ہے گھر گھر بلا
میں بلا گرداں کرور دھڑلا ہو بختِ مسکن تو مدفن کر بلا
اب مدد کیجے دمِ امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

طبع میں مولا روائی دیجئے تشنہٴ کوثر ہوں پانی دیجئے
طاقتِ رنگیں بیانی دیجئے دل کو شوقِ مدح خوانی دیجئے

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

آپ کا مذاحِ احقر ہے انیس سب ثنا خوانوں سے کمتر ہے انیس

عاجز و حیران و مضطر ہے انیس بندہ سلمان و قنبر ہے انیس

اب مدد کیجے دم امداد ہے

یا امیر المومنین فریاد ہے

ڈاکٹر سید صفدر حسین کی تصنیفات و تالیفات

آئین و ف

جلوۂ تہذیب

چراغ مصطفوی

مرثیہ بعد انیس

شاہکار انیس

واقعات انیس

نادرات مرزا دبیر

عرفان جمیل

رنگ شہادت

قندیل حرم

محفل اعجاز

بزم ناظم

سید التاریخ

سیدان بادشاہ گ

لب فرات

مقام شبیری

پیمبران سخن

لکھنوی تہذیبی میراث

بزم نگاران کر بلا

تجلیات انیس

زاد آخرت

افراد غم

(مرثیہ درحال حضرت عباس علیہ السلام)

(مرثیہ درحال حضرت علی اکبر)

(مرثیہ درحال حضرت امام حسین علیہ السلام)

(میر انیس کے بعد مرثیہ کی رفتار کا جاشدہ)

(اردو میں مسلسل رزمیہ نظم کی صورت میں کلام انیس کی ترتیب)

(مؤلف مہدی حسن احسن لکھنوی)

(مرزا دبیر کے زیر مطبوعہ نادر کلام کا مجموعہ)

(علامہ جمیل مظہری کے مدحیہ و عزائیہ کلام کا مجموعہ)

(بیانات و یزدانی مرحوم کے عزائیہ کلام کا مجموعہ)

(بیانات و یزدانی مرحوم کی نعتوں کا مجموعہ)

(ڈاکٹر سید صفدر حسین کے جد امجد سید حسن رضا حسن کے مرثیہ کا مجموعہ)

(ناظم الہند سید ناظر حسین ناظم مرحوم کے مرثیہ کا مجموعہ)

(تاریخ سادات باہرہ مؤلف سید روشن علی مرحوم)

(سادات باہرہ کے دو عظیم فزندگان یعنی قطب الملک اور امیر الامراء کے حالات)

(ڈاکٹر سید صفدر حسین کے مرثیہ کا مجموعہ مع تبصرہ تنقید)

(مرثیہ درحال حضرت امام حسین علیہ السلام)

(مرثیہ نگاروں کے حالات مؤلف شاد عظیم آبادی)

(تاریخ، تمیذات اور تہذیب)

(اردو مرثیہ کے آرائش کار)

(میر انیس کے سلاموں کا مجموعہ)

(آغا شاعر قزلباش دہلوی کا مرثیہ)

(سید محمود حسن عقیل کا خواجہ صاحب بھٹو کا مرثیہ)

سنگ میل پبلی کیشنز - چوک ارب بازار لاہور